خدّام اہلسنت کی دُعاء

از حضرت مولینا قاضی مظہر حسین صاحب بانیؒ تحریک خدام اہل السنت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۳ھ — ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدایا اہلِ سنت کو جہاں میں کامرانی دے — خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں — رسول اللہ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو — ابوبکرؓ و عمرؓ۔ عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں — وہ ازواجؓ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو — تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا — انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں — کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل — عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہوا آئینی تحفظ[1] ملک میں ختمِ نبوت کو — مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی — رسولِ پاکؐ کی عظمت۔ محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے — تیری راہ میں ہر اک سنی مسلماں فنا ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہلِ سنت کے رہیں خادم — ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں — تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری غفراں

---

[1] الحمدللہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونو گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

خلافت راشدہ حق چار یارؓ

نظام خلافت راشدہ زندہ باد

تحریکِ خدامِ اہلسنّت والجماعۃ پاکستان کا ترجمان
نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم لاہور

زیر سرپرستی

قائد اہلسنّت وکیل صحابہؓ مظہر شریعت و طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ
بانی و امیر تحریک خدام اہلسنّت پاکستان، چکوال فون نمبر ۲۴۳۴

مدیر مسئول
حکیم حافظ محمد طیب

جلد : ۲ شمارہ : ۱۱-۱۲ ذیقعدہ / ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ جون / جولائی ۱۹۹۰ء سالانہ چندہ -/۶۰ روپے فی شمارہ -/۷ روپے

سالانہ بدل اشتراک برائے بیرون ممالک بذریعہ ہوائی جہاز رجسٹری		
	ریاستہائے متحدہ امریکہ	-/۲۲۰ روپے
	ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ	-/۱۸۰ روپے
	سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت	-/۱۵۰ روپے

رابطہ: دفتر ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور۔ مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور فون نمبر ۴۱۶۱۰۷

ناشر: حکیم حافظ محمد طیب، مطبع افضل شریف پرنٹرز، مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور، مدینہ بازار ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

اس شمارے میں

عنوان	مصنف	صفحہ
شیعہ، محرم اور ماتمی جلوس (ابتدائیہ)	حضرت قائد اہلسنت مدظلہ	۳
آپ کا خندۂ لب یاد آیا!	سید امین گیلانی	۱۱
دعوتِ فکر اہلِ قبلہ کون ہیں؟	حضرت قائد اہلسنت مدظلہ	۱۲
مدحت خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم	مولانا حافظ محمد الیاس	۵۶
مولانا قاضی شمس الدین "درویش" اور یزیدی ٹولہ	حضرت قائد اہلسنت مدظلہ	۵۷
صدیق رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ	بے تحسین رجپوری	۱۰۹
سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	قاری قیام الدین الحسینی	۱۱۱
وفیات: حاجی عبدالقیوم شملوی، حافظ محمد سلیمان خان میواتی	ماسٹر منظور حسین منظہری	۱۱۲
مدح صحابہ رضی اللہ عنہم	حضرت سرور میواتی	۱۱۳

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ

شیعہ محرم اور ماتمی جلوس

قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے احترام والے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔
اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ط (سورہ التوبہ آیت ۳۶) یقیناً شمار مہینوں کا جو کہ کتاب الٰہی میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں۔ جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے (اسی روز سے اور) ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)
اور یہ چار حرمت اور ادب والے مہینے ذی القعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم اور رجب ہیں۔ ان چار مہینوں میں ماہ محرم کی خاص فضیلتیں ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہم بہ نسبت یہود کے حضرت موسیٰ علیہم السلام سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں (اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے ۱۰ محرم نجات ملی تھی۔ اور وہ دریائے قلزم میں غرق کر دیا گیا تھا۔ اس خوشی میں یہود دسویں محرم کو روزہ رکھتے ہیں) اس لئے یہود کے تشابہ سے بچنے کے لئے دسویں محرم کے ساتھ ایک دن اور نفلی روزہ کا بڑھا لو۔ اور اب تک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے تحت نویں دسویں محرم یا دسویں گیارھویں محرم کا نفلی روزہ رکھتے ہیں۔ سابقہ امتوں میں اور بھی دسویں محرم کو اہم واقعات پیش آئے ہیں اور دسویں محرم ۶۱ھ کو ہی مقام کربلا میں حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ کے نواسے اور جنت کے جوانوں کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اعزہ و احباب سمیت یزید کے لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں اور اپنے دور میں یہ ایک عظیم شہادت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نواسے نے اپنے موقف حق پر قائم رہتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔ حق تعالیٰ ان کی شان کے مطابق درجات بلند فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

شیعہ اور محرم اہل تشیع نے امام کربلا کی شہادت کو کچھ نرالا ہی رنگ دیدیا ہے۔ وہ اس شہادت کو ماتمی مراسم کی صورت میں مناتے ہیں۔ کالے کپڑے پہننا۔ منہ پیٹنا۔ سینہ کوٹنا۔ بلکہ چھریوں اور زنجیروں سے

ماتم کرنا ان کا ایک مذہبی شعار بن گیا ہے۔ اور ان کے دیکھا دیکھی ناواقف عوام اہل سنت بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اگر پیٹنا ناجائز ہے تو سوگ تو ضروری ہے۔ اس لئے عموماً سُنّی مسلمان بھی ان دنوں میں نکاح شادی کو ناجائز سمجھتے ہیں اور شرعاً جائز خوشی سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔ اور ان کے اس طرز عمل سے شیعیت کو بھی تقویت ملتی ہے۔ حالانکہ ان مروجہ ماتمی مراسم کا دین اسلام اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ افعال ماتم بدعت سیئہ اور گناہ ہیں۔

ماتم اور شہادت

اگر یہ ماتمی مظاہرے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ہیں تو پھر ان سے بھی جو افضل شہداء ہیں دورِ رسالت میں پیش آئیں تو ان کی وجہ سے بھی ماتم کرنا چاہیئے۔ غزوۂ بدر میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے قریش مکہ سے لڑتے ہوئے ۱۴ اصحاب شہید ہوئے ہیں اور جنگ بدر کی خصوصیت یہ ہے اس میں صحابہ کرام کی نصرت کے لئے ملائکہ بھی نازل ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے باذن اللہ کفار کو قتل بھی کیا ہے۔ جس کا ذکر سورہ انفال میں موجود ہے پھر جنگ اُحد میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ بھی شہید ہوئے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء فرمایا ہے اور سب سے بڑھ کر مصیبت یہ کہ اس جنگ میں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شدید زخمی ہوئے ہیں۔ اور دندان مبارک بھی شہید ہوئے۔ اس کے بعد بھی صحابہ کرام جام شہادت نوش کرتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ علی المرتضیٰ کے بھائی حضرت جعفر طیار نے جنگ موتہ میں دوسرے اصحاب کے ساتھ شہادت پائی ہے اور یہ جنگ عیسائیوں کے مقابلہ میں لڑی گئی تھی۔ لیکن سنی ہوں یا شیعہ کیا کسی نے مذکورہ شہدائے اسلام کی شہادت کا ہر سال ماتم بپا کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین کی شہادت کو ہر سال زیادہ سے زیادہ جوش وخروش سے ماتمی مظاہروں کے ذریعہ منانے کا جذبہ کوئی اسلامی جذبہ نہیں ہے ورنہ ہر سال اُحد یا اُحد کے شہیدوں کا بھی اسی طرح ماتم منایا جاتا۔ بلکہ اس کی تہہ میں کوئی اور ہی جذبہ کارفرما ہے اور ایران کے خمینی صاحب نے اس کا کھلم کھلا اظہار بھی کر دیا ہے۔

ماتم حسین اور خمینی

انقلاب ایران کے بعد خمینی نے محرم میں خطبہ دیا تھا۔ جو ہفت روزہ شیعہ لاہور دار بعین نمبر یکم تا ۸ جنوری ۱۹۸۰ء میں حسب ذیل عنوان کے ساتھ شائع ہوا ہے اور اس کے چند اہم اقتباسات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت اللہ خمینی کا خطبۂ محرّم

ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے جو خطبہ حضرت آیت اللہ العظمٰی خمینی نے ارشاد فرمایا اور جسے صدائے جمہوری اسلامی ایران نے نشر کیا اس کا ترجمہ قارئین کی نذر کرتے ہیں :۔

اس زمانے میں جبکہ شیعہ بہت ہی اقلیت میں تھے ۔اب الحمدللہ ہماری تعداد کافی بڑھ گئی ہے مگر دوسروں کے مقابلے میں ہماری تعداد زیادہ نہیں ہے اس مذہب کی بقاء کا راز کیا ہے ہمیں اس راز کی حفاظت کرنی چاہیئے ۔ ہماری بقاء کا سب سے اہم راز سیدالشہداء کی قربانی ہے۔

(۲) علماء کا وظیفہ ہے کہ وہ مصائب امام حسین علیہ السلام بیان کریں ۔اور عوام کا وظیفہ ہے کہ وہ اپنے باعظمت ہاتھوں سے سینہ زنی کریں ۔یہ ہاتھ جس سے سینہ زنی ہوتی ہے باعظمت ہاتھ ہیں ۔ البتہ شرعی حدود کی پابندی ہونی چاہیئے ۔مگر عوام اپنا ہاتھ بند نہ رکھیں ۔ان ہاتھوں سے سینہ زنی کریں۔

(۳) شاید یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف ایک گریہ ہے ۔ ایسا ہرگز نہیں ہے ۔ ہمارا یہ گریہ سیاسی اجتماعی اور نفسیاتی مسئلہ ہے ۔اگر خود گریہ مقصود بالذات ہے ۔تو پھر تباکی (رونے کی صورت بنانے کا کیا مقصد ہوتا ہے اور ائمہ ہمارے اس گریہ کے محتاج بھی نہیں ہیں کہ ائمہ علیہم السلام نے اس قدر تاکید فرمائی کہ اجتماعات منعقد ہوں اور گریہ ہو ۔ اور یہ صرف اس لئے ہے کہ یہ گریہ یہ اجتماعات ہمارے مذہب کی حفاظت کرتے ہیں ۔عاشورہ کے دن جو ہمارے جلوس نکلتے ہیں ان کے بارے میں یہ خیال نہ کریں کہ اس کو ہم لانگ مارچ سے تعبیر کرتے ہیں یہ جلوس مارچ ہیں جو سیاسی تقاضوں کے مطابق ہیں۔

(۴) آپ نے دنیا کی کسی قوم میں ایسی اجتماعی ہم آہنگی دیکھی ہے ۔پاکستان ۔ہندوستان ،انڈونیشیا عراق ۔افغانستان جہاں کہیں یہ قوم بستی ہے اس میں یہی ہم آہنگی موجود ہے اور کس نے ان کو باہم مربوط کیا۔

(۵) سیدالشہداء کی مصیبت کے بارے میں جو ہم آہنگی ہم میں پائی جاتی ہے یہ دنیا میں سب سے بڑی سیاسی قوت ہے اور دنیا میں نہایت اہم ترین نفسیاتی قوت ہے ۔اس سے تمام مومنین کے قلوب باہم مربوط ہوجاتے ہیں ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے اور ہمارے نوجوانوں کو اس نکتے

کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ الخ۔ شیعوں کے نزدیک خمینی صاحب حضرت امام مہدی کے نائب تھے۔ انھوں نے اپنے خطبے میں صاف طور پر اقرار کر لیا ہے کہ یہ ماتم اور ماتمی جلوس ہماری دنیا میں سب سے بڑی سیاسی قوت ہے۔

اسلام اور ماتم

شیعوں کا یہ مروجہ ماتم قرآن۔ سنت اور آئمہ اہل بیت کے ارشادوں کے تحت بالکل ناجائز اور خلاف شریعت ہے۔ اس کی تفصیل اور حرمت ماتم کے دلائل کیلئے قارئین حضرات میری ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

(۱) رسالہ ہم ماتم کیوں نہیں کرتے۔ (۲) بشارت الدارین بالصبر علی شہادۃ الحسین رضؓ یہ رد ماتم میں ایک ضخیم کتاب ہے۔ جو اس وقت نایاب ہے۔ اردو میں غالباً رد ماتم کے موضوع پر یہ سب سے ضخیم اور جامع کتاب ہے۔ یہاں رد ماتم میں ہم ائمۂ اہل بیت میں سے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کے اقوال پیش کرتے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ شیعہ مذہب میں بھی اس ماتم کی کوئی گنجائش نہیں۔ چنانچہ (۱) شیعہ مذہب کی معتبر کتاب جلاء العیون میں ہے:۔ ابن بابویہ نے بسند معتبر امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا۔ اے فاطمہ جب میں مر جاؤں اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا۔ اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا۔ اور واویلا نہ کہنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔ (جلاء العیون اردو) مترجم اردو حصہ اول ص۶۷ مطبوعہ لکھنو و مطبوعہ لاہور ص۱۱۲)

(۲) امام حسین کی آخری وصیت

جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے کربلائے معلیٰ میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ:۔ اے بہن جو میرا حق تم پر ہے اُسی کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔ (ایضاً جلاء العیون مترجم مطبوعہ لکھنو ص۳۸۲ باب قضایائے کربلا وایضاً طبع لاہور ص۱۷۸)

(۳) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان الصبر والبلاء یستبقان الی المومن فیاتیہ

البلاء وهو صبور وان الجزع والبلاء يستبقان الى الكافر فيأتيه البلاء وهو جزوع (فروع کافی جلد اول ص۱۲۱) :- امام جعفر صادق نے فرمایا کہ صبر اور مصیبت دونو مومن کی طرف آتے ہیں۔ پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرنے والا ہوتا ہے اور جزع اور مصیبت کافروں کی طرف آتے ہیں تو وہ جزع کرنے والا ہوتا ہے"۔

(۴) عن ابی جعفر علیه السلام قال قلت له ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالویل والعویل ولطم الوجه والصدر وجزّ الشعر من النواصی ومن اقام النواحة فقد ترك الصبر واخذ فی غیر طریقه (فروع کافی جلد اول ص۱۲۱) راوی نے امام محمد باقر سے پوچھا کہ جزع کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ سخت جزع زور سے چیخنا اور چلانا۔ منہ اور سینہ پیٹنا اور پیشانی کے بال اکھاڑنا۔ اور جس نے نوحہ کی مجلس قائم کی اس نے صبر چھوڑ دیا اور اسلام کے راستہ کے خلاف چلا"۔ قرآن حکیم میں مومنین کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت صابرین کے ساتھ ہوتی ہے اور مندرجہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ جزع فزع کرنا اور منہ پیٹنا اور اور سینہ کوٹنا وغیرہ افعال ماتم صبر کے خلاف ہیں۔ اگر صبر ہے تو جزع ماتم نہیں ہوتا اور جزع وماتم ہے تو یہ صبر کے منافی ہے۔ لہذا مروجہ ماتم خلافِ شریعت ہیں۔ اور رحمت خداوندی سے محرومی کا ذریعہ ہیں۔

(۵) سورۃ الممتحنہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن عورتوں کی بیعت کا حکم ہے۔ اور اس آیت کے تحت مشہور شیعہ مفسر مولوی مقبول دہلوی نے قرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ —— کافی میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ فتح کیا تو مردوں نے بیعت کی۔ پھر عورتیں بیعت کرنے آئیں تو خدا نے یہ پوری آیت نازل فرمائی۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ الآیۃ اس وقت ہندہ نے تو یہ کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کو جبکہ وہ چھوٹے تھے۔ پرورش کیا اور جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا اور ام الحکم بنت حارث بن ہشام نے عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھی۔ یہ عرض کی کہ وہ نیکی جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ

کی نافرمانی نہ کریں وُہ کیا ہے۔ فرمایا وُہ یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو۔ اپنے منہ نہ نوچو۔ اپنے بال نہ کھولو۔ اپنے گریبان چاک نہ کرو۔ اپنے کپڑے کالے نہ رنگو۔ اور ہائے واٹے کر کے نہ روؤ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی باتوں پر جو آیت و حدیث میں مذکور ہیں بیعت لینی چاہی"۔ (ترجمہ مقبول۔ استقلال پریس لاہور بار پنجم تعداد ایک ہزار)

اور ترجمہ مقبول طبع چہارم ۱۹۵۲ء (ناشر افتخار بک ڈپو کرشن نگر لاہور) میں بھی مذکورہ روایت درج ہے لیکن بعد میں افتخار بک ڈپو لاہور نے ہی جو ترجمہ مقبول چھپوایا ہے اس کے حواشی میں یہ روایت درج نہیں کی۔ حالانکہ یہ حدیث فروع کافی میں بھی ہے اور تفسیر قمی میں بھی۔ اور ترجمہ مقبول طبع دہلی میں تو وُہ تقریظات لکھی ہیں جن میں بڑے بڑے شیعہ مجتہدین نے مولوی مقبول احمد کے ترجمہ قرآن کی تائید و تحسین کی ہے۔ بہرحال مذکورہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ سر پیٹنے کے علاوہ بوجہ سوگ کے کالے کپڑے پہننے سے بھی منع فرما دیا ہے۔ اور اس سے پہلے منقولہ روایات شیعہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اہل تشیع نے جن افعال ماتم کو جائز اور بلکہ ضروری عبادت قرار دیا ہے حقیقتاً یہ ان کی مذہبی روایات کی بناء پر بھی خلافِ صبر، ممنوع اور حرام ہیں۔

یہ ماتمی جلوس

جب حسبِ روایات شیعہ یہ مراسم ماتم ہی جائز نہیں تو ماتمی جلوس نکالنا کیوں کر جائز ہو جائے گا۔ لیکن حیرت ہے کہ محرم اور چہلم کے ایام میں پاکستان بھر میں ہزارہا ماتمی جلوس برآمد ہوتے ہیں۔ نہ صرف شاہراہوں بلکہ تنگ گلی کوچوں میں بھی۔ بلکہ مسلمانان اہل السنت والجماعت کے گھروں بلکہ دینی مدارس اور مساجد کی گلیوں میں بھی شیعہ ماتمی جلوس نکالتے ہیں۔ عقائد کے علاوہ سُنی و شیعہ تصادم کا بڑا سبب یہی ماتمی جلوس ہیں اور یہ جلوس مذہبی تو ہیں نہیں۔ کیوں کہ کتاب و سنت اور اقوال ائمہ سے ان کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے ظاہراً یہ مذہبی جلوس ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً یہ سیاسی جلوس ہیں۔ چنانچہ شیعہ امام خمینی کے منقولہ بالا خطبے سے ثابت ہوتا ہے کہ ایران کے خمینی کے نزدیک یہ ماتمی جلوس دراصل سیاسی جلوس ہیں اور شہادت حسین کے عنوان سے یہ سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور پاکستان میں شیعوں کی منظم طاقت واحد مؤثر ذریعہ ہیں حتیٰ کہ مارشل لاء میں دوسرے سیاسی جلسوں پر پابندی لگا دی

جاتی ہے لیکن شہادتِ حسینؓ کے نام پر یہ سیاسی ماتمی جلوس بھی برآمد کرائے جاتے ہیں۔ اور جہاں فوج کی ضرورت ہوتی ہے وہاں فوج بھیج دی جاتی ہے اور مقصد یہی بتاتے ہیں کہ ملک میں امن و امان قائم کرنا ہے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ یہ ماتمی جلوس ہی تو سُنی شیعہ تصادم کا واحد ذریعہ ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے ملک میں کسی طرح بھی امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ تو امن کی تباہی کو دعوت دیتے ہیں ___ سُنی شیعہ مذہبی تصادم سے ملک و ملت کو بچانا مطلوب ہے تو ان ماتمی جلوسوں پر مکمل پابندی لگا دیں ___ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

سُنّی مساجد کا احترام کیوں نہیں

اپنے ائمہ اہل بیت کے ارشادات کے خلاف اگر شیعہ مروجہ ماتم پر مصر ہیں تو زیادہ سے زیادہ ان کیلئے یہ گنجائش دی جاسکتی ہے کہ مراسم ماتم کو اپنے امام باڑوں تک محدود رکھیں۔

لیکن اب تو یہ ہو رہا ہے کہ اہل سنت کے گھروں کے سامنے کھڑے ہو کر زور شور سے ماتم کیا جاتا ہے۔ نوحے الاپے جاتے ہیں اور سُنی اپنے مذہب کے خلاف اس مظاہرے کو برداشت کرتا ہے۔ اور اس سے زیادہ ظلم یہ کہ سُنی مساجد کے دروازوں پر کھڑے ہو کر شد و مد سے ماتم کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ پولیس یا فوج ان ماتمی جلوسوں کی حفاظت کرتی ہے۔ حالانکہ یہ احترام مسجد کے خلاف ہے اور سنی مسلمانوں کے مذہب میں صریح مداخلت ہے۔ یہ تو کسی پہلو سے شیعوں کا حق نہیں ہے کہ وہ سُنی مساجد کی گلی میں ان افعال کا مظاہرہ کریں جو اہل سُنت کے نزدیک شرعًا ممنوع ہیں حکومت نہ اس قسم کے ماتمی جلوسوں کے روٹ بدلتی ہے نہ شیعہ بالکل خاموشی سے سُنی مساجد کے سامنے سے ماتمی جلوس گزارتے ہیں۔

جھنگ اور چکوال میں فوج کا کنٹرول

مولانا حق نواز صاحب جھنگوی مرحوم کی شہادت کے بعد تو جھنگ کے حالات بہت خراب ہو چکے ہیں۔ کتنے قتل ہوئے اور کتنے زخمی اور کتنے لوگ گھروں کو چھوڑ کر دوسرے مقامات پر منتقل ہو گئے ہیں۔ اور اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ یکم محرم سے پہلے ہی فوج نے جھنگ کا کنٹرول سنبھال لیا ہے اور چکوال میں ماتمی جلوس ۷ محرم اور ۷ صفر کو ہر سال مدنی جامع مسجد کی تنگ گلی سے گزرتا ہے۔ اور تین چار مرتبہ اس سے پہلے فوج بھی آچکی ہے۔ اب ۷ محرم کو ماتمی جلوس کے لیے پھر فوج

آرہی ہے فوجی افسر شہر کا معائنہ کر چکے ہیں ہمارا اصل مطالبہ تو یہ ہے کہ ۷ محرم اور ۷ا صفر کے ماتمی جلوس کا روٹ تبدیل کر دیا جائے۔ تین کمشنر اپنے اپنے وقت میں روٹ تبدیل کرنے کی پُر زور سفارش کر چکے ہیں لیکن کوئی پذیرائی نہیں ہوئی۔

دُوسرا مطالبہ ہمارا وقتی طور پر یہ ہے کہ شیعہ ماتمی جلوس مسجد کی حدُود میں خاموشی سے گزر جائے نہ نوحہ ہو نہ ماتم۔ دیکھئے کیا ہونا ہے۔

اسی طرح دس محرم کو جامع مسجد گنبد والی جہلم کے سامنے سے شیعہ ماتمی جلوس نکلتا ہے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب خطیب جامع مسجد گنبد والی سالہا سال سے روٹ کی تبدیلی کا مُطالبہ کر رہے ہیں لیکن سیاسی حکومتیں اہل سنت کے حقوق کا کوئی تحفظ نہیں کرتیں ان ماتمی جلوسوں کے لئے پولیس اور فوج کی وجہ سے کتنا قوم و ملک کا خرچہ آتا ہے۔ کاروبار معطل ہو جاتے ہیں۔ سرکاری دفاتر بیکار نظر آتے ہیں۔ انتظامیہ کیلئے یہ دن نہایت ہی پریشان کُن ہوتے اور عوام و خواص کا سکون اڑ جاتا ہے۔ کئی مقامات پر ماتمی جلوسوں کی وجہ سے سنگین تصادم ہو چکے ہیں۔ نہ شیعہ مانتے ہیں نہ ہی حکومت حل مشکلات کے لئے کوئی مؤثر اور مضبوط اقدام کرتی ہے۔ صدر اور مرکزی اور صوبائی وزراء میٹنگیں بلا کر وعظ کر دیتے ہیں۔ پاکستان کے کروڑوں مسلمان منتظر ہیں کہ اہل سنت کا مطالبہ کب منظور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ ملک ملت محفوظ رہیں اور پاکستان صحیح معنوں میں پاکستان بن جائے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

خادم اہلسنت مظہر حسین غفرلہ

یکم محرم ۱۴۱۰ھ

آپ کا خندۂ لب یاد آیا

وہ شہِ پاک نسب یاد آیا
پیکرِ قدرتِ رب یاد آیا

دل کی ٹھنڈک کا سبب یاد آیا
مجھ کو وہ ماہِ عرب یاد آیا

اُن کا رب سے ہے تعلق کتنا
اُن کی یاد آئی تو رب یاد آیا

کلمہ اُن کا بتوں نے بھی پڑھا
واقعہ یہ بھی عجب یاد آیا

چاند کو تکتا رہا میں شب بھر
معجزہ ان کا جو شب یاد آیا

جب بھی پو پھٹنے کا منظر دیکھا
آپ کا خندۂ لب یاد آیا

رکھ کے سر سجدے میں اُمت کے لیے
اُن کا وہ سوزِ طلب یاد آیا

علم کے شوق میں جو بھی نکلا
اُس کو وہ اُمّی لقب یاد آیا

یاد تھا کس کو ادب انساں کا
جب وہ آئے تو ادب یاد آیا

رب سے جب مانگیں پڑھیں پہلے درود
مانگنے کا مجھے ڈھب یاد آیا

اُن کا در چھوڑ دیا ہے ہم نے
اپنی پستی کا سبب یاد آیا

ہچکیاں بندھ گئیں روتے روتے
کتنا ناکارہ ہوں جب یاد آیا

میں ہوا شرم سے پانی پانی
اُن کا جب گریۂ شب یاد آیا

اپنے کردار پہ شرم آئی امین
جب مجھے اپنا نسب یاد آیا

سید امین گیلانی

دعوتِ فکر
اہلِ قبلہ کون ہیں؟

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو شخص اسلام کا اقرار کرے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے وہ مسلمان ہے اور اس کو کافر نہیں قرار دے سکتے۔ جب علماءِ اسلام نے مرزا قادیانی دجّال و کذّاب کی اس کے دعویٰ نبوّت کی بنا پر تکفیر کی اور اس کے پیروکاروں یعنی قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو کافر قرار دیا تو مرزائیوں نے یہی سوال اُٹھایا کہ چونکہ ہم اہلِ قبلہ ہیں اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اہل السنت والجماعت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہیں قرار دیا جا سکتا اور اس سلسلے میں انہوں نے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شرح فقہ اکبر سے یہ قول پیش کیا کہ: لم نکفّر احداً من اهل القبلة۔ یعنی "ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے"۔ قادیانیوں نے مقدمہ بہاول پور (۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۵ء) میں اپنے حق میں یہی حوالہ پیش کیا تھا تو اس کا جواب شیخ المحدثین حضرت علامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے عدالت میں یہ دیا کہ: —— یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اس کے معنی حسب تصریح علماء یہ ہیں کہ کل متواترات اور ضروریات دینی پر ایمان رکھتا ہو۔ گویا اہل قبلہ کا لفظ ایک عنوان ہے (بحوالہ فتاوی عالمگیریہ ردالمختار یعنی شامی اور شرح فقہ اکبر)۔ (حجۃ شرعیہ ص ۱۴۹ ناشر مکتبہ تحفظ ختم نبوت ملتان) اور اس سلسلہ میں علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حسب تصریح و اتفاق علماء اہلِ قبلہ کے یہ معنی نہیں کہ جو قبلہ کی طرف مُنہ کرے وہ مسلمان ہے چاہے سارے عقائدِ اسلامیہ کا منکر ہو۔ قرآن نے منافقین کو تمام کفار سے بدتر کافر ٹھہرایا ہے حالانکہ وہ نہ صرف قبلہ ہی کی طرف منہ کرتے بلکہ تمام ظاہری احکام کو ادا کرتے تھے —— اور یہ جو مسئلہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر

جائز نہیں اس کی مراد یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا جب تک علاماتِ کفر اور کوئی چیز موجباتِ کفر میں سے نہ پائی گئی ہو الخ (ایضاً حجت شرعیہ ص۱۵۳) حضرت محدث کشمیریؒ نے اپنے اسی بیان میں فرمایا کہ: یہ کہا جاتا ہے کہ جب کلمۂ کفر کسی تاویل کے ساتھ موجب کفر کہا جائے تو کفر نہیں ہے، جواب یہ ہے کہ اس میں تصریح فقہاء سے ناواقفیت کا اظہار ہے۔ فقہاء و متکلمین کی تصریحات موجود ہیں کہ تاویل اس کلام اور اس چیز میں مانع تکفیر ہو سکتی ہے جو ضروریاتِ دین سے نہ ہو لیکن اگر کوئی ضروریات میں تاویل کرے اور اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی نئے معنی تراشے تو بلا شبہ اسے کافر ہی کہا جائے گا۔ اسے قرآن مجید "الحاد" کہتا ہے اور حدیث نے اس کا نام زندیق رکھا ہے الخ (ص۱۵۵)

لمعۂ فکریہ (ایک پمفلٹ) گذشتہ ایام میں یکم جون بروز جمعہ یہاں ہمارے پڑوس کے امام باڑہ مہاجرین میں دن کو ایک شیعہ مجلس منعقد ہوئی تھی جس میں آخری تقریر شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو (مقیم سرگودھا) کی تھی۔ ان کی تقریر کے دوران ایک پمفلٹ بنام "اہلِ اسلام و پاکستان کے لیے لمحۂ فکریہ" تقسیم کیا گیا۔ اس پمفلٹ میں جو کچھ لکھا ہے ڈھکو مجتہد نے وہی اپنی تقریر میں کچھ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پمفلٹ لکھنے والے خود ڈھکو صاحب ہی ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس پمفلٹ میں انہوں نے "سپاہ صحابہ" کے طرزِ عمل پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: گاہ بگاہ ملک میں سیاسی زعماء اور مذہبی علماء کا قتل بھی اس گھناؤنی سازش کی ایک کڑی ہے۔ دشمن نے اسی مذموم مقصد کے تحت کچھ عرصہ پہلے اہلِ حدیث کے نامور عالم مولانا احسان الٰہی ظہیر اس کے بعد شیعانِ حیدر کرار کے محبوب قائد حضرت مولانا سید عارف حسین الحسینی اور اب دیوبندی مکتب فکر کے مولوی حق نواز جھنگوی کو قتل کرایا جس کی ہم پرزور مذمت کرتے ہیں کیونکہ ہم نہ تشدد کی سیاست کے قائل ہیں اور نہ ہی اس پر عامل اور نہ ہی اسے کسی مسئلہ کا حل جانتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلے دونوں حادثات سے دشمن جو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا اس میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات نے جوش میں آکر ہوش کے خلاف کوئی کام نہیں کیا حالانکہ تاحال نہ ان کے قاتل گرفتار ہوئے اور نہ ہی اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے مگر آخری واقعہ سے دشمن اپنے مقصد یعنی داخلی انتشار اور افراتفری پھیلا کر ملک کو کمزور کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ انجمن سپاہ صحابہ کے ذمہ دار افراد دشمن کی چال کو سمجھتے اور اسے ناکام بنانے کی کوشش کرتے اور جوش میں آکر ہوش کا دامن نہ چھوڑتے مگر افسوس کہ وہ ایسا نہ کر سکے اور

اپنی نامعلوم مصلحتوں کے تحت ہر وہ کام کر رہے ہیں جو دشمن ملک و ملت کی تباہی و بربادی کے لیے کرنا چاہتا ہے ـــــــ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ موصوف کے پسماندگان قانون کو ہاتھ میں لے کر اس کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اور بلا بیّنہ (یعنی شہادت) اور برہان (یعنی دلیل) اسلام کے ایک مقتدر اور مسلّم اسلامی فرقہ کو نشانہ بنا کر اس کے خلاف نہ صرف کفر کا برملا فتویٰ دے رہے ہیں بلکہ ان کی مساجد، امام بارگاہوں اور ان کے گھروں اور دکانوں کا گھیراؤ جلاؤ کر رہے ہیں ـــــــ اس کے باوجود شیعان حیدر کرار چونکہ ملک و ملت کے حب دار اور وفادار ہیں (کیونکہ اس کے معمار ہیں) اس لیے وہ ملکی و ملّی مفاد کی خاطر سب کچھ خاموشی سے برداشت کر رہے ہیں یا زیادہ سے زیادہ حملہ آوروں کا دفاع کر رہے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کھلم کھلا جوابی کارروائی کے لیے گھروں سے باہر نکل آئے تو حالات بے قابو ہو جائیں گے اور ملک و ملت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ مزید برآں یہ آگ جلتی پر تیل چھڑکتے ہوئے گلیوں کوچوں میں اور جلسوں جلوسوں میں انتہائی دلآزار نعرے بازی کر رہے ہیں مزید برآں ان کے زخموں میں نمک پاشی کرتے ہوئے تحریری طور پر انتہائی زہریلے قسم کے اشتہارات، پمفلٹ اور ہینڈ بلز دھڑا دھڑ شائع کر کے تقسیم کر رہے ہیں جن میں "ایک منزل دو مسافر"۔ "رشدی اور خمینی" نامی ٹریکٹ بھی شامل ہے جن میں بعض زندہ اور مرحوم شیعہ علماء کی کتابوں سے ادھوری عبارتیں نقل کر کے فضا کو مزید مکدر کرنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں ـــــــ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ایک خاص گہری سازش کے تحت شیعانِ علی کو منکرِ صحابہ قرار دے کر ان پر فتویٰ کفر کی مشق کی جا رہی ہے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ یعنی نہ تو شیعانِ علی صحابہ کے منکر ہیں اور نہ ہی انکارِ صحابہ کوئی باعثِ کفر فعل ہے بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ حضرات شیعہ شمعِ رسالت کے پروانوں اور فلکِ نبوت کے ستاروں (یعنی صحابۂ کرام کی عظمت کے معتقد ہیں اور ان پر یہ بالکل غلط الزام ہے کہ وہ تین چار صحابہ کے علاوہ باقی سب کے منکر ہیں بلکہ وہ تمام اصحابِ باوفا اور اربابِ زہد و اتقا کے بدل و جان معتقد ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم کو جزو جان اور جزو ایمان جانتے ہیں ـــــــ اور اگر بفرضِ محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ شیعہ تمام اصحاب کو نہیں مانتے تو اس سے بھی ان کے اسلام و ایمان میں کوئی خلل نہیں پڑتا کیونکہ خود اہل سنت کے اصولوں کے مطابق صحابہ پر ایمان لانا نہ ایمان مجمل میں داخل ہے اور نہ ایمان مفصل میں، جیسا کہ پکی روٹی سے لے کر بخاری شریف تک تمام مذہبی کتابیں اس پر گواہ ہیں۔

اہلِ سُنت کی اکثریت کا نظریہ ہے کہ سب صحابہ سے افضل حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ ہیں مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ ان کی خلافت کا منکر ان پر سب و شتم کرنے والا بلکہ ان کا قاتل بھی فاسق مزور ہے مگر کافر نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ شرح فقہ اکبر صـ۱۶ طبع دہلی)

جب افضل اصحاب کا قاتل کافر نہیں ہے تو صرف عام صحابہ کا منکر کیونکر کافر ہو سکتا ہے شیعہ بے شک اصحابِ ثلٰثہ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلفاء برحق نہیں مانتے (کیونکہ شیعوں کے نزدیک نبی خاتم کے حقیقی جانشین آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں لیکن وہ ان پر سب و شتم کرنے کو روا نہیں جانتے کیونکہ شیعوں کے مذہب میں اللہ کے اس فرمان لاتسبوالذین یدعون من دون اللہ .... کافروں کو بھی سب و شتم کرنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ صحابہ کرام۔ یہ لوگ انھی لوگوں کی باقیات ہیں جنہوں نے ہندوؤں کی کانگریس کی آغوش میں بیٹھ کر بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم کو کافرِ اعظم کہا تھا۔ اور یہ انھی لوگوں کی یادگار ہیں جنہوں نے کلّ ایمان حضرت علی علیہ السلام کے والد محسنِ اسلام ابوطالب عمران پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا بلکہ یہ انھی گستاخ مفتیوں کی نسل سے ہیں جنہوں نے بانیٔ اسلام کے والدین شریفین کو بھی کافر ٹھہرایا۔ ان لوگوں نے پاکستان بنانے کی مخالفت کی تھی اور جب خدا نے ان کی ناک کو رگڑتے ہوئے پاکستان بنا دیا تو آج ان کی ذرّیت اس کی بقا اور اس کی سالمیت کی مخالفت کر رہی ہے اور اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر ناچتے ہوئے شیعوں کو کافر اور اہل سنت کو مشرک کہہ کر تفریق بین المسلمین کر کے اس کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں ـــــــ حالانکہ شریعتِ اسلامیہ میں کسی کلمہ گو کو کافر قرار دینے سے بڑھ کر کوئی سنگین جُرم نہیں ہے۔ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من صلّٰی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ۔ (بخاری شریف پ ۲ صـ۱۳۴ باب فضل استقبال القبلۃ۔ مشکوٰۃ المصابیح صـ۱۱ کتاب الایمان)	حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہماری نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارے ذبیحہ کو کھائے وہ مسلمان ہے اس کے لیے خدا اور رسول کا ذمہ اور عہد ہے۔

برادرانِ اسلام! اہل سنت کے امام اعظم فرماتے ہیں

انا لا نکفّر احداً من اھل القبلۃ	ہم قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے والے کسی بھی شخص کو

کافر نہیں کہتے۔ (شرح فقہ اکبر)

صاحبانِ انصاف! غور فرمائیں کہ امام اعظم کے گرانقدر فتویٰ کے بالمقابل کسی کچی پکی روٹی کے پڑھے ہوئے مفسد ملّاں کے مفسدانہ فتوی کی کیا حیثیت ہے اسی طرح اہل سنت کے ذمہ دار علماء کبار کے فتووں کے انبار موجود ہیں کہ شیعانِ حیدر کرار مسلمان ہیں۔

(۱) بحرالعلوم علامہ عبدالعلی لکھنوی رقم طراز ہیں:

الصحیح عند الحنفیۃ ان الروافض لیس بکفار (شرح مسلم الثبوت)	حنفیہ کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ روافض کافر نہیں۔

(۲) علامہ عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں۔ تبرائی شیعہ کافر نہیں گو سب صحابہ کرتے ہوں۔ وہ فاسق ہیں۔ کافر نہیں۔

(۳) علامہ وحید الزماں رقم طراز ہیں۔ ایمان فقط اقرار کا نام ہے۔ پس جس نے اللہ کی توحید اور رسول ص کی رسالت کا اقرار کیا پس اس پر احکامِ اسلام دنیا میں جاری کیے جائیں گے اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص $\frac{۲۱۷}{۲۱۸}$)

(۴) مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں۔ شیعہ اور سنی میں اختلاف شدید ہے لیکن اجمالی طور پر اصولی اتفاق بھی ہے۔ مثلاً کلمۂ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق دونوں فرقے کرتے ہیں۔ پس اس اصولی اتفاق کی وجہ سے میل ملاپ جائز ہے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر مجریہ ۲۳ جون ۱۹۲۲ء)

اس پمفلٹ کے ٹائٹل پر لمحۂ فکریہ کے نیچے یہ لکھا ہے۔ پیشکش۔ انجمن محبانِ سلام (پاکستان) تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان۔ وفاق علمائے شیعہ پاکستان

تقریر کے اقتباسات

مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو مجتہد نے یکم جون کو امام باڑہ مہاجرین میں جو تقریر کی ہے اس میں بھی وہی باتیں ہیں جو لمحۂ فکریہ میں ہیں۔ ان کی تقریر کی کیسٹ کے ضروری اقتباسات حسب ذیل ہیں:

(۱) آج مسلمانوں کو کافر بنانا ہمارا محبوب مشغلہ بن گیا ہے۔ بات بات پر کافر۔ ہر چیز پر کافر۔ نہ کوئی اصولی اختلاف نہ فروعی اختلاف۔ کسی بات پر ذرا جھگڑا ہو جائے تو کفر سے نیچے ہمارے پاس کوئی

فتویٰ نہیں ہے۔ اگرچہ مولوی صاحبان کے کفر کے فتوؤں سے کوئی بھی دنیا کا مسلمان نہیں بچا۔ یقیناً سب سے بڑھ کر آج اس فتوے کا نشانہ ہماری قوم اور ملت مسلمہ جعفریہ کو بنایا گیا ہے۔ دیواروں پر دیکھ لو تو یہی نظر آئے گا کہ کافر کافر شیعہ کافر ـــــــ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہم پر نزلہ گرانے کا سبب کیا ہے۔ یہ کافر کافر کی رٹ لگانے کا باعث کیا ہے؟ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ ہم آلِ محمدؐ سے محبت رکھتے ہیں، ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آلِ محمدؐ کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ اگر یہی وجہ ہے تو میں عرض کروں گا کہ اس لیے کرتے ہیں کہ خالق نے محمد وآلِ محمد کی محبت کو عبادت قرار دیا ہے۔ ایک بتا دو مجھے پوری بھری ہوئی کائنات میں ایسی ہستی کہ جن سے محبت کرنے کو نبی نے ایمان کہا ہو اور جس سے بغض اور نفاق رکھنے کو نبی نے کفر قرار دیا ہو۔ آفتاب قیامت کے اُبھرنے تک کتابوں کا مطالعہ کرتے رہو۔ آفتابِ قیامت کو مغرب کی جانب سے ابھر آئے گا لیکن ایسی ہستی ہمارے پہلے امام کے سوا اور نظر نہیں آئے گی ـــــــ اگر آج اس علی کی محبت کا نام کفر ہے تو پھر دنیا مجھے بتائے کہ مسلمان بننے کا طریقہ کیا ہے۔

۲ میں کہتا ہوں شیعہ اصحاب کو مانتے ہیں۔ کون ان کو نہیں مانتا جو پیغمبر کی بارگاہ میں بیٹھتے تھے، اٹھتے تھے ـــــــ ہم ان کو مانتے ہیں اور اگر یہ مقصود ہے کہ نہیں۔ ان کو پیغمبر کا جانشین مانا جائے تو گستاخی معاف میں کہوں گا یہ بات پیغمبر بھی نہیں مانتے۔ خدا ان کو نہیں مانتے کیونکہ خدا واحد لاشریک ہے۔ پیغمبر خاتم الانبیاء ہیں۔ ان کے بعد نبی نہیں۔ نبی ان کو نہیں مانتے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہو کہ تم ان کو پیغمبر کا جانشین مانو۔ تو میں عرض کروں گا کہ ہم وہی عقیدہ رکھیں گے جو پیغمبر رکھتے تھے۔ اگر ہم سے یہ منوانا چاہتے ہو ہم مان لینے کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ پر پہلے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جن کو تم منوانا چاہتے ہو پیغمبر بھی ان کو اپنا جانشین مانتے تھے۔ اور اگر یہ دعویٰ ہے تو پھر خلافت نصی بن جائے گی ـــــ ایک طرف اجماع اور شوریٰ کو مانتا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ پیغمبر نہ مانتے تھے نہ منواتے تھے نہ فرماتے تھے۔ بعد میں لوگوں نے اجماع کر کے مشورہ کر کے منوایا۔ پیغمبر نہیں مانتے تھے تو ہم سے کیوں منواتے ہو۔

۳ نہ ہم مولا علی کو بڑھاتے ہیں اور نہ معاذاللہ صحابہ کرام پر ہم سب کرتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم۔

سورۃ الانعام رکوع ۱۳ آیت ۱۰۸) جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو خدا مانتے ہیں۔ بتوں کو معبود مسجود مانتے ہیں ان کو بھی گالی مت دو ورنہ وہ ضد میں آکر حد سے بڑھ کر غلط روی اختیار کریں گے اور تمہارے سچے خدا کو گالیاں دینے لگ جائیں گے جس کی ذمہ داری تم پر عائد ہو گی تو جس مذہب میں جس اسلام میں جس شیعہ مسلک میں نہ بتوں کو گالی دینا روا ہو نہ بتوں کے پجاریوں کو گالی دینا روا ہو کوئی عقل کے ناخن لے کر مجھے بتائے کہ اس مقدس مذہب میں معاذ اللہ پیغمبر خاتم کے صحابہ کرام کو گالی دینے کا تصور بھی کوئی کر سکتا ہے۔

۴ چلو جی۔ پھر کہا جاتا ہے کہ ٹھیک ہے صحابہ کرام کے منکر نہیں۔ صحابہ کرام کو صحابہ مانتے ہیں۔ پر یہ تو قرآن کو نہیں مانتے۔ یہ قرآن کی تحریف کے قائل ہیں۔ اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر کہو۔ آج تک آپ نے اپنی پوری زندگی میں کوئی اس تیس پارے والے قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن دیکھا ہے۔ کوئی پڑھا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے سُنّی ہو یا شیعہ اسی قرآن کو پڑھاتے ہیں۔ اسی قرآن کو یاد کرتے ہیں تو اسی قرآن کا ایک کو قائل اور دوسرے کو منکر بنانے کا جواز کیا ہے؟ —— لے دے کے ان کے پاس ہماری دو چار روایتیں ہیں کہ فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے کہ یہ آیت پیغمبر کے زمانے میں یوں پڑھی جاتی تھی آج یوں پڑھی جاتی ہے —— پیغمبر کے زمانے میں اس آیت کے بعد یہ آیت تھی آج وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اگر ان دو چار روایتوں کی بنا پر جو ہماری بعض کتابوں میں پائی جاتی ہیں اگر منکرِ قرآن قرار دینا ہے تو پھر لازم آتا ہے کہ اس آسمان کے تلے اور اس زمین سے اوپر تہتر فرقوں میں سے کوئی بھی اسلام کا قائل نہیں کیونکہ جو روایتیں ہماری کتابوں میں ہیں ہماری اصول کافی یا فصل الخطاب میں ہیں اس سے دس گنا زیادہ روایتیں تفسیر اتقان۔ تفسیر درمنثور۔ تفسیر ابن جریر میں ہیں۔ اگر ان سے دس گنا روایتیں کہ یہ سورت اتنی آیتوں کی تھی آج اس کا چوتھا حصہ بھی نہیں یا پہلے یہ سورت جو تھی تین آیتوں کی تھی آج وہ بھی نہیں ہے۔ آج اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ اگر ان روایتوں کے باوجود ہمارے ایمان بالقرآن میں کوئی خلل نہیں آتا تو ان روایتوں کی وجہ سے ہمیں کیوں منکرِ قرآن قرار دیا جاتا ہے۔ اگر وہ روایتیں آپ کے نزدیک معتبر نہیں ہیں تو ہمارے نزدیک بھی معتبر نہیں ہیں۔ اگر اپنی روایتوں کی آپ تاویل کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جبرئیل اس کی تفسیر یوں لایا تھا تاویل یوں لایا تھا تو ہم کہتے ہیں کہ ہماری روایتوں میں بھی تاویل کرنی پڑے گی تو جو جواب آپ اپنی روایتوں

کا دیں گے ہماری روایتوں کا بھی وہی جواب سمجھ لیں۔

۵ میرے الفاظ نوٹ کر لو۔ کیا شیعہ مذہب آج کی پیداوار ہے۔ یہ کوئی چودھویں صدی کی پیداوار ہے یہ ہمارے برادر اسلامی کے چار اماموں کے زمانے میں بھی شیعہ مذہب موجود تھا۔ امام اعظم، امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل ہمارے جتنے اسلامی برادری کے لوگوں میں کوئی دیوبندی ہے کوئی بریلوی ہے کوئی اہل حدیث ہے کوئی کسی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ فقہی نقطۂ نظر سے ان چار مذاہب سے کوئی خارج نہیں۔ پانچواں مکتبۂ فکر ہمارا ہے۔ ائمہ اہل بیت کو ہم امام مانتے ہیں تو میں جو عرض کر رہا ہوں کہ یہ مذہب شیعہ ہمارے بھائیوں کے چار اماموں کے زمانے میں بھی تھا یا بعد میں پیدا ہوا۔ یقیناً ہر پڑھے لکھے آدمی کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ فرقہ اثنا عشریہ صرف ائمہ اربعہ کے زمانے میں نہیں بلکہ پیغمبرؐ کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ پاکستان میں امام اعظم کو ماننے والے سُنی مسلمان رہتے ہیں کیونکہ بریلوی بھی امام اعظم کو مانتے ہیں دیوبندی بھی امام اعظم کو مانتے ہیں۔ حد ہو گئی کہ مرزائی بھی امام اعظم کو مانتے ہیں۔ لہٰذا پاکستان کے اندر سب سے زیادہ پیروکار حضرت امام اعظم کو اپنا امام مانتے ہیں۔ امام اعظم کا فتویٰ ان کی کتاب شرح فقہ اکبر مطبوعہ دہلی صفحہ کے اوپر موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ امام نے کوئی نہیں فرمایا کہ ہاتھ باندھ کر پڑھے یا کھول کر، سینہ پر باندھے یا ناف پر باندھے، دو رکعت پڑھے یا چار رکعت پڑھے۔ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے امام اعظم کہتے ہیں ان کو کافر کہنا میرا مذہب نہیں۔

۶ اگر ملک کو بچانا ہے تو سنی شیعہ کو لڑانے والو خدا کے لیے آج ایک بن جاؤ ـــــ آج نصرانی آج یہودی، آج ہندو، آج سکھ آج ساری کافر طاقتیں اگر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے متحد ہو سکتی ہیں تو پھر مسلمان جس کا خدا ایک جس کا مصطفےٰ ایک۔ جس کا اسلام ایک، جس کا قرآن ایک، مل کر اسلام کو بچانے کے لیے ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ مولوی صاحبان کہہ دیں گے کہ جی ہمارا اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اتحاد اور ہوتا ہے ادغام اور ہوتا ہے۔ ادغام تو یہ ہے کہ یا سارے شیعہ سُنی بن جائیں یا سارے سنی شیعہ بن جائیں اور اتحاد ہوتا ہی یہ ہے کہ دو طاقتیں اپنا تشخص اپنی انفرادیت کو بحال رکھیں، سُنی سُنی رہے شیعہ شیعہ رہے اور

پھر جن باتوں پر اتفاق ہے ان کو اتحاد کی بنیاد بنایا جائے اور جن باتوں میں اختلاف ہے ان کو چھیڑا نہ جائے۔ تو کم از کم خدا تو ایک ہے سب کہتے ہیں لا الہ الا اللہ۔ سب پڑھتے ہیں محمدؐ رسول اللہ اور اس کو

بنیادی اتحاد بنا لو۔ اگر اختلاف ہے مسئلہ خلافت میں تو اس کو چھیڑ دو نہیں۔ چند منٹ کے لیے چند دنوں کے لیے چند ہفتوں کے لیے چند مہینوں کے لیے جب تک پاکستان سے خطرات کے بادل ٹل نہ جائیں اس وقت تک اختلافی باتوں کو چھیڑو ہی نہیں اور اتحاد والی باتوں کو چھوڑو نہیں۔ پھر بتاؤ اتحاد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ سنی شیعہ یقیناً بھائی بھائی ہیں —— بلکہ میں کہوں گا کہ بقول مولانا قاضی مظہر حسین صاحب شاید ان تک آواز بھی پہنچ رہی ہو گی۔ انہوں نے کتاب لکھی ہے کہ پاکستان میں فتنۂ خارجیت ہے ——

۷ آج یزیدیت کے گن گانے والے اور حسینیت پر بغاوت کا الزام لگانے والے۔ بنو امیہ کے ترانے گانے والے۔ آلِ محمدؐ پر ظلم و ستم کرنے والے، ان کو میں نہ سنی کہہ سکتا ہوں نہ شیعہ کہہ سکتا ہوں۔ میں ان کو یزیدی کہہ سکتا ہوں مسلمان نہیں کہہ سکتا —— میں کہتا ہوں سنی شیعہ بھائی بھائی۔ یہ تیسری یزیدی خارجی قوم کہاں سے آئی۔ ان کو بتا دو کہ پاکستان کی سرزمین میں ان خارجیوں کے لیے کوئی مقام نہیں ہے اور آج وہ ہمیں آنکھیں دکھاتے ہیں کہ پاکستان سے عزاداری ہٹا دیں گے —— محمود عباسی ملعون نے ایک رسوائے زمانہ کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا خلافت معاویہ و یزید۔ جس کے بارے میں سنیوں نے بھی قلم اٹھایا تھا برادرانِ اہلِ سنت نے بھی قلم اٹھایا تھا۔ شیعوں سے زیادہ جواب اہلِ سنت نے لکھے —— ان شاء اللہ سنی شیعہ مل کر یوم حسین منائیں گے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ چودہ سو سال سے حسینؑ کی عزاداری پر فتویٰ لگانے والے، جلسے جلوسوں کو ناجائز کہنے والے، ماتم کو ناجائز اور حرام بتانے والے آج مولوی حق نواز جھنگوی مر جائے تو ماتم کرنا بھی جائز، جلوس نکالنا بھی جائز، پٹیاں باندھنا بھی جائز۔ جلسے کرنا بھی جائز۔ رونا بھی جائز —— اور اگر کسی کی جان لی جائے تو قاتلوں کو پکڑنا چاہیے۔ لیکن کسی کو بھی قانون کو ہاتھ میں لینے کا کوئی جواز نہیں —— بے قصور لوگوں کے مال لوٹے جائیں۔ ان کے مال و جان کو موردِ نشانۂ ظلم و ستم قرار دیا جاتا ہے۔

۸ یاد رکھو ہم نے ملک و ملت کے مفاد کے لیے اب تک صبر کیا ہے اور پھر بھی کر رہے ہیں لیکن کوئی ہمارے صبر کو ہماری حب الوطنی کو ہماری کمزوری پر محمول نہ کرے۔ اگر حالات کی ستم ظریفی نے ہمیں مجبور کر دیا اور ہم گلیوں کوچوں میں نکل آئے تو ہوا کا رخ بدل جائے گا۔ ہمیں اپنا دفاع اتنا مضبوط اور مربوط بنانا چاہیئے کہ اگر خواہ مخواہ کوئی ہمیں چھیڑے تو بچ کر نہ جائے اور اگر جائے تو نسلوں کو بھی بتا دے

کہ ان کو نہ چھیڑنا الخ

جوابی تبصرہ پمفلٹ "لمحۂ فکریہ" اور شیعہ مجتہد ڈھکو صاحب کی تقریر کے اکثر اقتباسات ہم نے نقل کر دیے ہیں۔ اگر مفصل تبصرہ لکھا جائے تو ایک کتاب بن جائے گی مگر ڈھکو صاحب نے کئی مسائل چھیڑے ہیں جن کا جواب حسبِ ضرورت مختصر طور پر دیا جائیگا۔ واللہ الموفق

اہلِ قبلہ کون ہیں شیعہ مجتہد مولانا محمد حسین صاحب ڈھکو نے مسئلہ تکفیر کے سلسلہ میں شرح فقہ اکبر میں سے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پیش کیا ہے کہ لا نکفر احداً من اھل القبلۃ (ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے) لیکن انہوں نے اس کا مطلب نہیں ظاہر کیا جو شارح فقہ اکبر علامہ علی قاری حنفی محدث رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ماھو من ضرورات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذلک من المسائل۔ فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ بالجزئیات لایکون من اھل القبلۃ وان المراد تکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ انہ لایکفر مالم یوجد شئ من امارات الکفر وعلامات الخ

(شرح فقہ اکبر ص۱۸۹ مطبع مجتبائی دہلی)

اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں ضروریاتِ دین پر اتفاق ہو۔ مثلاً عالم حادث ہے (یعنی اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے) اور لوگ جسموں سمیت قیامت میں اکٹھے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ تمام کلیات اور جزئیات کا علم رکھتا ہے اور اس قسم کے اور مسائل کو بھی مانتا ہو اور جو شخص ساری عمر طاعات اور عبادات کی پابندی کرتا ہے لیکن اس کا اعتقاد یہ ہو کہ عالم قدیم ہے (یعنی ہمیشہ سے ہے) اور قیامت میں جسموں سمیت لوگ زندہ ہو کر اکٹھے نہیں ہوں گے یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات یعنی ہر ہر چیز کا علم نہیں ہے تو وہ اہلِ قبلہ میں سے نہیں ہوگا اور اہلِ سنّت کے نزدیک اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہنے سے یہ مُراد ہے کہ وہ اس وقت تک کافر نہیں ہوگا جب تک کہ اس میں کفر کی نشانیوں اور علامتوں میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے۔

(۲) بہاول پور کے تاریخی مقدمہ میں مرزائیوں کے مقابلہ میں حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب

محدث کشمیریؒ نے عدالت میں اہل قبلہ کا جو مطلب بیان فرمایا تھا وہ اس مضمون کے شروع میں نقل کیا جا چکا ہے۔ اس مقدمہ میں دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب بانی دارالعلوم کراچی (صاحب تفسیر معارف القرآن) نے اہل قبلہ کی تعریف میں شرح فقہ اکبر کی منقولہ بالا عبارت کے علاوہ ردالمحتار جلد اوّل سے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت بھی پیش کی تھی کہ

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام من حدوث العالم وحشر الاجساد ونفی العلم بالجزئیات وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمر علی الطاعات کما فی شرح التحریر۔

یعنی امت میں کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ جو شخص ضروریاتِ اسلام کا مخالف ہو وہ کافر ہے اگرچہ اہلِ قبلہ سے ہو اور ساری عمر عبادات پر مداومت کرے

یہی مضمون بحرالرائق شرح [illegible] باب المرتدین اور غایۃ التحقیق شرح حسامی اور کشف الاصول میں ہے الخ (حجت شرعیہ ص ۴۵)

ب اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے اہل قبلہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ: کلمہ گو اور اہل قبلہ ایک خاص اصطلاح ہے اسلام اور مسلمانوں کی جس کا یہ مطلب کسی کے نزدیک نہیں کہ جو کلمہ پڑھ لے خواہ کسی طرح پڑھے وہ مسلمان ہے یا جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے بلکہ یہ لفظ اصطلاحی نام ہے اس شخص کا جو تمام احکام اسلامیہ کا پابند ہو الخ (فتاوی دارالعلوم دیوبند یعنی امداد [illegible] جلد دوم ص ۱۱۳)

ڈھکو صاحب نے شرح فقہ اکبر کی توضیحی عبارت کو نظر انداز کر کے قارئین اور سامعین کو دھوکہ دیا ہے۔ غالباً انہوں نے اس طرح تقیہ کی عبادت پر عمل کر کے ثواب حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

ڈھکو صاحب سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار (قادیانی اور لاہوری مرزائی) اہل قبلہ نہیں ہیں یعنی کیا وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں نہیں پڑھتے لیکن اس کے باوجود بھی جمہور اہلسنت کے نزدیک وہ قطعی کافر ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل قبلہ سے مراد وہی لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین کو مانتے ہیں ورنہ اگر ضروریات دین کا کوئی منکر ہو جائے تو وہ یقیناً اہلسنت حنفی مسلمانوں کے نزدیک قطعی کافر ہے خواہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتا اور رمضان المبارک کے روزے بھی رکھتا ہو اور حج و زکوٰۃ کا بھی پابند ہو۔

سبّ صحابہؓ کا حکم

زیر بحث پمفلٹ "لمحۂ فکریہ" صفحہ ۴ پر یہ بھی لکھا ہے کہ: اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ایک خاص گہری سازش کے تحت شیعانِ علی کو منکرِ صحابہ قرار دے کر ان پر فتویٰ کفر کی مشق کی جا رہی ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ یعنی نہ تو شیعانِ علی صحابہ کے منکر ہیں اور نہ ہی انکارِ صحابہ کوئی باعثِ کفر فعل ہے" (صفحہ ۴) پھر صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں۔ اہلسنت کی اکثریت کا نظریہ یہ ہے کہ سب صحابہ سے افضل حضرت ابوبکر اور ان کے بعد حضرت عمر ہیں مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ ان کی خلافت کا منکر ان پر سبّ و شتم کرنے والا بلکہ ان کا قاتل فاسق مزدور ہے مگر کافر نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶ طبع دہلی) جب افضل اصحاب کا قاتل کافر نہیں ہے تو صرف عام صحابہ کا منکر کیونکر کافر ہو سکتا ہے۔ شیعہ بے شک اصحابِ ثلٰثہ کو رسول اللہ کے خلفاء برحق نہیں مانتے (کیونکہ شیعوں کے نزدیک نبی خاتم کے حقیقی جانشین ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں) لیکن وہ ان پر سبّ و شتم کرنے کو روا نہیں جانتے

الجواب (۱) شرح فقہ اکبر میں اصل مسئلہ یہ لکھا ہے: لا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب وان كانت كبيرةً اذا لم يستحلها۔ ای لکن اذا لم یکن یعتقد حلیتها لأنّ من استحل معصية قد ثبت حرمها بدليل قطعي فهو كافر" (شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۶ طبع دہلی): ہم کسی مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں قرار دیتے خواہ کبیرہ گناہ ہی ہو جبکہ وہ اس گناہ کو حلال نہیں سمجھتا لیکن اگر وہ اس گناہ کو حلال سمجھتا ہے جس کا حرام ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے تو وہ کافر ہے"۔ اسی سلسلے میں سبّ کا حکم بیان کیا ہے کہ کسی کو سبّ کرنا چونکہ گناہ میں شامل ہے اس لیے اگر وہ کسی مسلمان کو سبّ کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہے اگرچہ وہ شیخین (یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق) کو سبّ کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

يستوى الشيخان وغيرهما فى هذا الحكم (ایضاً صفحہ ۸۶) یعنی سبّ کے اس حکم میں شیخین اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ برابر ہیں"۔

اور یہی حکم کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ہے کہ قاتل کو کافر نہیں قرار دیں گے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان کے قاتل کو قصاصاً قتل کیا جاتا ہے نہ کہ ارتداداً لیکن شرح فقہ اکبر میں یہ بھی تو لکھا ہے:

و شرح العقائد سبّ الصحابة والطعن فيهم ان كان مما يخالف الادلة

القطعية فكفرٌ كقذف عائشة (رضی اللہ عنہا) والا فبدعة وفسق الخ (ص۸۶): شرح عقائد
( ) میں ہے کہ صحابہ کو سبّ کرنا اور ان میں طعن کرنا اگر قطعی دلائل کے خلاف ہے تو کفر ہے مثلاً
حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانا۔ اور اگر قطعی دلائل کے خلاف نہیں تو وہ بدعت اور فسق ہے ۔

(۲) ڈھکو صاحب نے سبّ صحابہ کو کفر نہ قرار دینے میں فتاویٰ مولانا عبدالحی کا حوالہ بھی دیا ہے ۔ چنانچہ
"لمحہ فکریہ" ص۰ پر ہے ۔ علامہ عبدالحی لکھنوی رقمطراز ہیں۔ تبرائی شیعہ کافر ہیں گو سبّ صحابہ کرتے ہوں ۔
وہ فاسق ہیں کافر نہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے حرام نہیں اور ان کے ساتھ مناکحت بھی درست
ہے۔ (فتاویٰ عبدالحی ج ۲ ص۹۱-۹۲) یہاں بھی شیعہ مجتہد نے تلبیس سے کام لیا ہے کیونکہ اسی مجموعہ
فتاویٰ مولانا عبدالحی میں لکھا ہے: ہر چند کہ ایک جماعت فقہاء نے مطلقاً شیعہ کو بوجہ سبّ شیخین کے
کافر لکھ دیا اور بر بنائے کفر ان کے ساتھ مناکحت کی حرمت کا اور عدم حلت ذبیحہ روافض کا فتویٰ دیا ہے
مگر امر منقح اور قول مفتی بہ و مرجح یہ ہے کہ جو شیعہ منکر ضروریات دین ہوں وہ کافر ہیں۔ ان کا ذبیحہ
حلال نہیں ۔ مناکحت ان کے ساتھ درست نہیں ۔ شرکت ان کے ساتھ مثل شرکت اہل اسلام کے جائز
نہیں اور جو ایسے نہ ہوں گو سبّ صحابہ کرتے ہوں وہ فاسق ہیں کافر نہیں۔ ذبیحہ ان کے ہاتھ کا حلال
ہے حرام نہیں ۔ مناکحت بھی ان کی درست ہے الخ (مجموعۃ الفتاوی جلد ۲ ص۲۳۹/۲۴۰ ناشر عمر فاروق
اکیڈمی اردو بازار لاہور) اور فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد اوّل ص۱۲ پر ہے ۔ کسیکہ منکر خلافت صدیق
اکبر یا منکر استحقاق جناب ایشاں برائے خلافت یا حلال سبّ شیخین باشد در اکثر کتب فقہ اورا
کافر نوشتہ اند فی الخلاصۃ والرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر انتھی
جو شخص حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت یا ان کے مستحق خلافت ہونے کا منکر ہو یا سبّ شیخین کو حلال جانتا
ہو اس کو اکثر کتب فقہ میں کافر لکھا گیا ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور رافضی اگر حضرت علیؓ کو دوسروں پر
فضیلت دیتا ہے تو وہ مبتدع ہے اور اگر حضرت صدیق کی خلافت کا منکر ہے تو وہ کافر ہے ۔

(۳) امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانیؒ سبّ شیخین کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہم اسی رد
کیے ہوئے مقدمہ کو کہ سبّ شیخین کفر ہے اور احادیث صحیحہ اس پر دال ہیں ثابت کرتے ہیں ان میں سے
ایک وہ حدیث ہے جس کی روایت محاملی اور طبرانی اور حاکم نے عویم بن ساعدہ سے روایت کرتے ہیں
کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پسند فرمایا اور میرے اصحاب کو ۔ میرے لیے

بعض کو ان میں سے وزیر بنایا بعض کو مددگار اور بعض کو رشتہ دار۔ اب جو ان کو گالی دے گا اس پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ اور فدیہ قبول فرمائے گا نہ فرض و نوافل اس کے درجہ قبولیت کو پہنچے گے الخ (تائید اہل سنت مترجم ص ۱) اسی سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں: نیز شیخین کو گالی دینا ان کے ساتھ بغض رکھنے کا موجب ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے دلیل یہ حدیث ہے۔ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے خدا کو اذیت پہنچائی۔ ابن عساکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ محبت ایمان ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے۔ نیز حضرت مجدد صاحب لکھتے ہیں: خلاصہ میں ہے جو حضرت صدیقؓ کی خلافت سے انکار کرے وہ کافر ہے ——— اور اصح قول پر یہی حکم اس شخص کا ہے جو حضرت عمرؓ کی خلافت سے انکار کرتا ہے۔ لہذا جب ان کی خلافت سے انکار کفر ٹھہرا تو اس کا کیا حال ہو گا جو ان کو گالی دے یا ان پر لعنت بھیجے۔ اس تقریر سے صاف ظاہر ہوا کہ شیعہ کو کافر ٹھہرانا احادیث صحاح کے مطابق اور طریق سلف کے موافق ہے الخ

ڈھکو صاحب نے سب کا ترجمہ شتم (گالی) کیا ہے اور فرمایا ہے کہ شیعہ صحابہ کرام کو گالیاں نہیں دیتے۔ حالانکہ سب صرف گالی کو نہیں کہتے بلکہ سب کا مفہوم وسیع ہے اور لعن طعن پر بھی سب کا لفظ بولا جاتا ہے اور شیعہ خلفائے ثلثہ پر لعن طعن کے قائل ہیں اور بعض بدبخت خلفائے راشدین اور خصوصاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کھلی گالیاں بھی دیتے ہیں العیاذ باللہ اور ظاہر ہے کہ عموماً شیعہ سب شیخین اور سب صحابہؓ کو حلال جان کر ہی اس کا ارتکاب کرتے ہیں جو فقہا کے نزدیک کفر ہے۔

کیا مرزائی امام اعظم کے پیروکار ہیں؟

مجتہد ڈھکو نے اپنی تقریر میں کہا ہے: سب سے زیادہ ہمارے ملک میں پاکستان میں امام اعظم کو ماننے والے سُنی مسلمان رہتے ہیں کیونکہ بریلوی بھی امام اعظم کو مانتے ہیں۔ دیوبندی بھی امام اعظم کو مانتے ہیں حد ہوگئی کہ مرزائی بھی امام اعظم کو مانتے ہیں الخ ڈھکو صاحب کے اس جھوٹ کی بھی حد ہوگئی۔ کیا کوئی مرزائی مرزا غلام احمد قادیانی دجال و کذاب کو نبی ماننے کے بعد بھی امام اعظم کا پیرو اور مقلد ہو سکتا ہے مرزا قادیانی تو یہ بکواس کرتا ہے کہ

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا ٭ منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

توجو شخص مرزا غلام احمد کے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے کیا وہ اس کے بعد امام اعظم کی تقلید کرے گا یا مرزا قادیانی کی اور کیا مرزا قادیانی بھی دعوی نبوت کے بعد امام اعظم کا مقلد رہ سکتا ہے؟

واضح بات ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے سنی حنفی تھا اور پھر اس نے مرزا قادیانی کو نبی مان لیا تو اس کو کافر و مرتد تو کہہ سکتے ہیں لیکن حنفی نہیں کہہ سکتے۔

شیعہ مذہب کب سے ہے؟

ڈھکو صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ: یہ مذہب شیعہ ہمارے بھائیوں کے چار اماموں کے زمانے میں بھی نہ تھا یا بعد میں پیدا ہوا۔ یقیناً ہر پڑھے لکھے آدمی کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ فرقہ اثنا عشریہ صرف ائمہ اربعہ کے زمانے میں نہیں بلکہ پیغمبر کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ اگر نہیں تھا تو صواعق محرقہ اٹھا کر دیکھو۔ علامہ سیوطی کی درمنثور اٹھا کر دیکھو۔ علامہ ابن جوزی کی الخواص اٹھا کر دیکھو۔ ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ پیغمبر نے ببانگ دہل فرمایا تھا۔ یا علی انت وشیعتک هم الفائزون یوم القیمة۔ کہ دنیا والو سنو! قیامت والے دن اگر کوئی فرقہ ناجی ہے، اگر کوئی جنت میں جانے والا ہے تو یا علی یا ان کے شیعہ ہیں اور کوئی نہیں ہے الخ

الجواب ① ہم کہتے ہیں کہ جو مذہب اثنا عشریہ دورِ حاضر میں پاکستان یا ایران میں پایا جاتا ہے یہ نہ دورِ رسالت میں تھا نہ دورِ خلافتِ راشدہ میں اور نہ دورِ خلافتِ مرتضویہ میں اور جو روایت ڈھکو صاحب نے پیش کی ہے اس کا مصداق مذہب شیعہ کیونکر بن سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ آپ نے لفظ شیعہ سے کوئی مذہب شیعہ مراد لیا ہو۔ وہ جو روایت ڈھکو صاحب پیش کرتے ہیں اس کا مطلب تو صرف یہی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کی اتباع کرنے والے لوگ آخرت میں کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ لغت میں شیعہ کے دو معنی ہیں ① گروہ ② اتباع کرنے والے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرنے والے جنتی ہوں گے لیکن کیا ڈھکو صاحب ثابت کر سکتے ہیں کہ شیعہ اثنا عشریہ کے جو عقائد ہیں یہی عقائد حضرت علی المرتضیٰ کے تھے۔ ہرگز نہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ کا کلمۂ اسلام یہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل۔ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ خود یہی کلمہ پڑھتے تھے اور کیا حضرت علی رض نے کسی غیر مسلم کو اسلام میں داخل کرتے وقت یہی خلیفتہ بلافصل والا کلمہ پڑھایا تھا۔ ہرگز نہیں۔

۲ شیعہ اثنا عشریہ جو اذان دیتے ہیں کیا حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دورِ خلافت میں یہی خلیفہ بلافصل والی اذان کہلوائی ہے۔ ہرگز نہیں۔

۳ اثنا عشری شیعہ جس عقیدۂ امامت کے قائل ہیں، یعنی یہ کہ امامت توحید و رسالت کی طرح اصولِ دین میں سے ہے اور منصبِ امامت منصبِ نبوت سے افضل ہے۔ کیا حضرت علیؓ سے ڈھکو صاحب یہ عقیدہ ثابت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ اپنی امامت کو مثلِ نبوت انبیائے سابقین من جانب اللہ نامزد مانتے تو پھر وہ نہ حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کرتے اور نہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں اہلِ تشیع کی مستند روایات سے ثابت ہیں۔ چنانچہ احتجاج طبرسی میں ہے — ثم قام وتھیّأ للصلوٰۃ وحضر المسجد وصلی خلف ابی بکر۔ پھر حضرت علی اُٹھے اور نماز کی تیاری کی اور مسجد میں حاضر ہوئے۔ اور فروع کافی جلد ثالث کی کتاب الروضہ صـ ۱۳۹ طبع لکھنؤ میں ہے۔ فلذلک کتم علیؑ علیہ السلام اَمرہ وبایَعَ مکرھا حیث لم یجد اعوانًا۔ اور اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اپنا امرِ حق چھپایا اور جب آپ نے مددگار نہ پائے تو مجبوراً (حضرت ابوبکرؓ) کی بیعت کر لی۔"

فرمائیے یہ ہیں ڈھکو صاحب کے مولا علی جو کل کائنات پر حاکم ہیں (بزعم شیعہ) خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خلافت کو پس پشت ڈال دیا اور آخر کار حضرت ابوبکرؓ کی مجبور ہو کر بیعت کر لی۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا کمزور اور مغلوب علی تو اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا جو اپنی خدا داد خلافت کو سنبھال ہی نہیں سکتا اور مخالفین اس کو گھسیٹ کر لے جاتے ہیں اور جبراً اس سے بیعت لے لیتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

"وہ اشقیائے امت گلوئے مبارک حضرت میں رسیاں ڈال کر مسجد میں لے گئے۔ دبروایت دیگر جب دروازہ در دولت پر پہنچے اور جناب فاطمہ اندر آنے سے مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے بروایت دیگر ثانی (یعنی حضرت عمرؓ) نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مار کر بازو جناب سیدہ کا مضروب ہو کر سوج گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جنابِ امیر سے ہاتھ نہ اُٹھایا اور ان لوگوں کو گھر میں آنے سے منع کیا یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا اور اس فرزند کو جو شکم میں تھا حضرت رسول نے جس کا نام محسن رکھا تھا شہید کر دیا الخ

(جلاء العیون مترجم صـ ۲۰۶ حب فرمائش منیجر شیعہ جنرل بک ایجنسی اندرون موچی دروازہ لاہور)

اور ڈھکو صاحب نے حضرت علی کی گردن میں رسّی کی روایت کو تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت لینے کے لیے جبر و اکراہ کے ساتھ حضرت امیر کو دربارِ خلافت میں لانے کے واقعات اس قدر مشہور و مسلّم تھے کہ معاویہ اپنے بعض خطوط میں جناب امیر کو طعنہ دیتے ہوئے لکھتا ہے۔ تقاد کما تقاد الجمل المخشوش حتی تبایع. تمہیں دربارِ خلافت میں یوں پکڑ کر لایا جاتا تھا جس طرح (مست) اونٹ کے ناک میں نکیل ڈال کر کھینچا جاتا ہے۔"

(العقد الفرید ج ۲ ص ۲۳۴ طبع مصر) (تجلیات صداقت ص ۳۷۸ طبع اول و طبع دوم ج دوم ص ۴۲۱)

کاش کہ ڈھکو صاحب اور ان کے ہم عقیدہ علماء اس قسم کی روایات کو تسلیم نہ کرتے۔ اس روایت میں نامزد خلیفہ بلافصل حضرت علی المرتضیٰ کی جو تصویر کھینچی گئی ہے یہ کوئی فرضی علی ہیں ورنہ اس پُر فتن دَور کا ایک ملنگ بھی اپنی اور اپنی زوجہ کی اس طرح کی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ بھی اپنے ماتمی مذہب کے فروغ کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر یا علی یا علی کے نعرے لگاتا رہتا ہے اور خود ڈھکو صاحب اتنے دل گردے کے مجتہد ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے لیے ہر طرح کی قربانی کے لیے ماتمیوں کو ان الفاظ میں اُبھار رہے ہیں کہ:

"ہمیں اپنا دفاع اتنا مضبوط اور مربوط بنانا چاہیئے کہ اگر خواہ مخواہ کوئی ہمیں چھیڑے تو بچ کر نہ جائے اور اگر جائے تو نسلوں کو بھی بتا دے کہ ان کو نہ چھیڑنا۔" (تقریر ڈھکو بمقام امام باڑہ مہاجرین یکم جون ۹۰ء)

(۴) اگر اس روایت سے کہ یا علی انت وشیعتک الفائزون یوم القیامۃ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعوں کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر حضرت عثمان ذوالنورین کے پیروکاروں کو بھی جنتی تسلیم کرنا پڑے گا۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۹۹ میں امام جعفر صادق سے یہ روایت منقول ہے:

ینادی منادٍ من السماء اول النہار الا ان علیاً وشیعتہ ہم الفائزون قال وینادی منادٍ اٰخر النہار الا ان عثمان وشیعتہ ہم الفائزون

آسمان سے دن کے پہلے حصہ میں ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ خبردار علی رضی اللہ عنہ اور اس کے پیروکار کامیاب ہونے والے ہیں اور ایک پکارنے والا دن کے آخری حصہ میں پکارتا ہے کہ خبردار عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکار کامیاب ہونے والے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ جہاں حضرت علی المرتضیٰ کے پیروکار کامیاب ہونے والے ہیں وہاں حضرت عثمان ذوالنورین کے پیروکار بھی کامیاب ہونے والے ہیں۔ دونوں کے لیے الفائزون فرمایا گیا ہے۔ کیا ڈھکو صاحب کے نزدیک

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ اور ان کے پیروکار مذہباً شیعہ ہیں۔ تو یہاں لفظ شیعہ سے مذہب شیعہ اثنا عشری مراد نہیں ہے تو حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں بھی اس قسم کی روایت سے مذہب شیعہ اثنا عشری کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ تحفۂ اثنا عشریہ میں اگر شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے اہل سنت والجماعت کے لیے شیعان اولیٰ کے الفاظ لکھے ہیں تو وہاں بھی لغوی معنیٰ مراد ہے یعنی حضرت علی رضؓ کا گروہ۔ اس قسم کی روایات سے ڈھکو صاحب یا دوسرے شیعہ علماء کا مذہب شیعہ کا ثبوت پیش کرنا ایک علمی خیانت ہے جس سے ناواقف شیعوں کو فریب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

لفظ شیعہ قرآن میں

اسی طرح قرآن حکیم میں جہاں بھی لفظ شیعہ آیا ہے اس سے مراد لغوی معنیٰ ہے یعنی گروہ۔ پیروکار چنانچہ:

(۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ علا فی الارض وجَعَلَ اھلھا شیعًا (پ ۲۰)

بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس ملک کے رہنے والوں کو شیعہ بنا دیا۔

(۲) ولاتکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا (پارہ ۲۱)

اور تم ان مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے وہ شیعہ شیعہ۔ شیعاً جمع شیعہ کی ہے۔ اگر ڈھکو روایت میں لفظ شیعہ سے مذہب شیعہ مراد لینے پر اصرار کرتے ہیں تو پھر قرآن کی آیات میں بھی لفظ شیعہ سے شیعہ مذہب مراد لیا جائے تو اس کا نتیجہ یہی نکالنا پڑے گا کہ شیعہ مذہب کا بانی فرعون تھا۔

امام اعظم اور شیعہ

مجتہد ڈھکو صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

"اتنا سب کو ماننا پڑے گا کہ شیعہ فرقہ ائمہ اربعہ امام مالک۔ امام شافعی، امام اعظم امام احمد بن حنبل کے زمانے میں بھی تھا۔ میرا سوال یہ ہے کہ چار اماموں سے کسی ایک امام نے شیعہ پر کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے۔ اگر کسی ماں کے لال کو جرأت ہے تو ساری کائنات کی اپنی کتابیں اٹھا کر سامنے رکھ لو۔ مجھے بتائیے کہ فلاں امام نے اپنے دور میں شیعانِ علیؑ پر کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے لیکن اگر قیامت تک کوئی مائی کا لال یہ ثابت نہ کر سکے اور یقیناً ثابت نہیں کر سکتا۔ جو کفر کا فتویٰ ائمہ اربعہ نے نہیں دیا ان کے ماننے والوں کو یہ فتویٰ دینے کا کیا حق ہے۔

الجواب (۱) میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ موجودہ فرقہ اثنا عشریہ جن عقائد کا اظہار کر رہا ہے

یہ عقائد نہ دَورِ رسالت میں کسی کے تھے اور نہ خلافتِ مرتضویہ میں اور نہ ائمہ اربعہ کے دَور میں اس قسم کے عقائد کا کسی نے اظہار کیا ہے۔ اگر کوئی شخص شیعہ مذہب کا قائل تھا بھی تو وہ اپنے مذہب کا برملا اظہار نہیں کرتا تھا بلکہ تقیہ کی عبادت پر عمل کیا کرتا تھا یعنی اپنے مذہب کو چھپاتا تھا بلکہ جن حضرات کو شیعہ امام معصوم مانتے ہیں وہ بھی خلافِ حق بات اپنی مجلس میں بیان کیا کرتے تھے۔ چنانچہ راوی بیان کرتا ہے کہ:

میں نے ابوعبداللہ (یعنی امام جعفر صادقؒ) علیہ السلام کو فرماتے سُنا جو شخص یہ جانتا ہے کہ ہم نہیں کہتے مگر حق تو اس کو چاہیئے کہ اکتفا کرے اس پر جو ہم سے جانا ہے اور ہم سے کوئی بات ایسی سنی جو حکمِ خدا کے خلاف ہو تو سمجھ لے کہ ہم نے تم سے دشمنوں کے ضرر کا دفع چاہا ہے یعنی بصورتِ تقیہ اس کو بیان کیا ہے۔ (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۲۳)

جب امام جعفر کا بروایت شیعہ یہ حال ہے حالانکہ ان کا لقب صادق ہے تو پھر ان اماموں سے شیعوں کو اصل مذہب کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ الکافی کے مؤلف شیخ یعقوب کلینی ہیں جن کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی ہے اور الکافی (یعنی اصول کافی و فروع کافی) ہی شیعہ مذہب کی سب سے قدیم اور کتابِ حدیث ہے جس کے متعلق اکثر شیعہ مجتہدین کا یہ عقیدہ ہے کہ امام مہدی کو یہ کتاب ساری سنائی گئی ہے اور آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا۔ ھذا کافٍ لشیعتہ (یہ ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے) اور الکافی کی وجہ تسمیہ امام غائب کا یہی قول ہے جو خود ۲۵۵ھ سے کسی غار میں روپوش ہیں۔ بہرحال ائمہ اربعہ کے زمانے میں یہ مذہب شیعہ تو ظاہر ہی نہ تھا پھر ائمہ ان کے کفر کا فتویٰ کس بنا پر دیتے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا سال وفات تو ۱۵۰ھ ہے ان کو تقیہ باز شیعہ راویانِ حدیث کی روایات کا علم کیونکر ہو سکتا تھا۔ پھر بھی امام اعظمؒ کا خلافت شیخین کے منکر کے متعلق یہ فتویٰ موجود ہے۔ فمذھب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ ان من انکر خلافۃ الصدیق وعمر فھو کافر۔ (صواعق محرقہ ص ۱۵۳ مولفہ حافظ ابن حجر مکیؒ متوفی ۹۷۴ھ)

اب ڈھکو صاحب خود ہی اپنے چیلنج کا جواب سمجھ لیں کہ امام اعظم نے شیعوں کے کفر کا فتویٰ دے دیا ہے کیونکہ شیعہ اثنا عشریہ یقیناً حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت راشدہ کے منکر ہیں۔ اور اسی لیے انہوں نے کلمہ و اذان میں حضرت علی المرتضیٰ کے لیے خلیفۃ بلافصل کا اضافہ کر دیا ہے۔

امام مالکؒ کا فتویٰ

قاضی عیاضؒ محدث متوفی ۵۴۴ھ سورۃ فتح کی آیت والذین معہ ..... لیغیظ بھم الکفار کے تحت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی

کرتے ہیں۔

من غاظه اصحاب محمد فهو کافر قال الله تعالیٰ لیغیظ بهم الکفار (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ جلد ثانی طبع دمشق ص۱۲۰) جس شخص کو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے غصہ آئے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفات اس لیے بیان فرمائیں تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے۔

ڈھکو صاحب کے دوسرے چیلنج کا جواب

ڈھکو صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ:

"میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہم پر نزلہ گرانے کا سبب کیا ہے۔ یہ کافر کافر کی رٹ لگانے کا باعث کیا ہے۔ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ ہم آل محمدؐ سے محبت رکھتے ہیں، ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آل محمد کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ اگر یہی وجہ ہے تو میں عرض کروں گا کہ اس لیے کرتے ہیں کہ خالق نے محمد و آل محمد کی محبت کو عبادت قرار دیا ہے۔ ایک بتا دو مجھے پوری بھری ہوئی کائنات میں ایسی ہستی کہ جس سے محبت کرنے کو نبی نے ایمان کہا ہو اور جس سے بغض اور نفاق رکھنے کو نبی نے کفر قرار دیا ہو۔ آفتابِ قیامت کے اُبھرنے تک کتابوں کا مطالعہ کرتے رہو۔ آفتاب قیامت کو مغرب کی جانب سے اُبھر آئے گا لیکن ایسی ہستی ہمارے پہلے امام کے سوا اور نظر نہیں آئے گی۔ اگر آج اس علی کی محبت کا نام کفر ہے تو پھر دنیا مجھے بتائے کہ مسلمان بننے کا طریقہ کیا ہے؟"

الجواب (۱) ڈھکو صاحب ہی بتائیں کہ کیا کسی سنی عالم محقق نے شیعوں پر کفر کا فتویٰ اس لیے لگایا ہے کہ وہ حضرت علیؓ اور آل محمدؐ کا دم بھرتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ آلِ محمدؐ اور اہل بیت کی محبت تو اہلسنت والجماعت کے ایمان کا جزو ہے۔ ڈھکو صاحب یہ بہتان تراشی کر کے شیعوں کو ان کے خلاف بھڑکانا چاہتے ہیں۔

(۲) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ لکھتے ہیں، اخرج ابن عساکر ان رسول الله صلی الله علیه واله وسلم قال حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضهما کفر (رسالہ رد روافض مترجم ص۸) ابن عساکر نے یہ حدیث درج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (حضرت) ابوبکرؓ اور (حضرت) عمرؓ کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔" اور قاضی عیاض محدث نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحَبَّ عمر فقد اَحَبَّنِي ومن ابغض عمر فقد اَبْغَضَنِي (الشفاء جلد ثانی ص ۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عمر رضی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے عمر رضی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ حاشیہ میں لکھا ہے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط بسند حسن ۔ یعنی طبرانی نے سند حسن کے ساتھ اس کی روایت کی ہے) فرمائیے ڈھکو صاحب کے اس چیلنج کا بھی کیا حشر ہوا ؎ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ڈھکو صاحب کی یہ تقریر میں نے خود بھی سنی ہے۔ اس قسم کے بے بنیاد چیلنجوں سے ان کی گھبراہٹ ثابت ہو رہی تھی ۔ خدا جانے ان کی اس گھبراہٹ اور پریشانی کا سبب کیا تھا۔

کیا ڈھکو صاحب اصحاب رضی کو مانتے ہیں

ڈھکو صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ :

"میں کہتا ہوں کہ شیعہ اصحاب کو مانتے ہیں۔ کون ان کو نہیں مانتا جو پیغمبر کی بارگاہ میں بیٹھتے تھے اٹھتے تھے ۔ ہم ان کو مانتے ہیں اور اگر یہ مقصود ہے کہ ان کو پیغمبر کا جانشین مانا جائے تو گستاخی معاف۔ میں کہوں گا کہ یہ بات پیغمبر کی نہیں مانتے ۔ خدا ان کو نہیں مانتے کیونکہ خدا وحدہ لاشریک ہے پیغمبر خاتم الانبیاء ہیں ۔ ان کے بعد نبی نہیں ۔ نبی ان کو نہیں مانتے ۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہو کہ تم ان کو پیغمبر کا جانشین مانو۔ ان کو ان کی مسند کا وارث مانو۔ تو میں عرض کروں گا کہ ہم وہی عقیدہ رکھیں گے جو پیغمبر رکھتے تھے۔ اگر ہم سے یہ منوانا چاہتے ہو تو ہم ماننے کے لیے ہر وقت تیار ہیں ۔ پر پہلے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جن کو تم منوانا چاہتے ہو پیغمبر بھی ان کو اپنا جانشین مانتے تھے اور اگر یہ دعویٰ ہے تو پھر خلافت نصی بن جائے گی ۔ ایک طرف اجماع اور شوریٰ کو ماننا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ پیغمبر نہ مانتے تھے نہ منوانتے تھے نہ فرماتے تھے بعد میں لوگوں نے اجماع کر کے مشورہ کر کے منوایا۔ پیغمبر نہیں مانتے تھے تو ہم سے کیوں منواتے ہو۔

الجواب (۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی کی خلافت نصی بھی ہے اور اجماعی بھی ۔ نصی سے مراد عبارۃ النص نہیں کہ قرآن میں حضرت ابوبکر رضی کا نام لے کر خلیفہ بنانے کا اعلان کیا گیا ہو لیکن بطور اقتضاء النص کے آپ پہلے خلیفہ ہیں کیونکہ سورۃ النور کی آیت استخلاف اور سورۃ الحج کی آیت تمکین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ (جانشین) کی جو صفات و علامات مذکور ہیں اس کا مصداق سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی ہی ہیں۔

۲ چونکہ اللہ تعالیٰ کی مراد خلیفہ اول سے حضرت ابوبکر رضی کی شخصیت ہی تھی اس لیے مہاجرین و انصار آپ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ اسی طرح آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی کی خلافت پر سب نے اتفاق کر لیا۔

و شوریٰ اور اجماع اقتضاء النص کے منافی نہیں بلکہ اس کے مؤید ہیں۔

(۳) آپ کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ پہلے منصوص خلیفہ ہیں لیکن واقعات سے اس عقیدہ کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ حسبِ اعتقادِ شیعہ باوجود نامزد اور منصوص خلیفہ ہونے کے خود حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی بیعت کر لی۔ چنانچہ روضۃ الکافی کی یہ عبارت پہلے پیش کی جا چکی ہے کہ:

فبایع مکرھا حیث لم یجد اعوانًا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے جب مددگار نہ پائے تو مجبورًا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی بیعت کر لی۔

یہ جبری بیعت تو قطعًا شیرِ خدا کے کردار کے خلاف ہے۔ اگر بالفرض جبری بیعت کر لی تو اس سے اتنا تو سب کے سامنے واضح ہو گیا کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت تسلیم کر لی تھی اور دل کا حال تو اللہ جانتا ہے لیکن یہاں ہمارا سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ کے نامزد اور منصوص خلیفہ ہونے کے ان کو یا امت کو کیا فائدہ پہنچا جبکہ ۲۴ سال خدا و رسول کے نامزد خلیفہ نے بلا کسی عملی حکومت و خلافت کے ویسے ہی تقیہ کرتے ہوئے گزار دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے منصوص خلیفہ کی مدد کیوں نہ کی۔

(۴) اہل السنت والجماعت کے عقیدے کے تحت حضور خاتم النبیینؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۲۴ سال تین جانشین تو رہے ہیں جن کے نتیجہ میں روم و ایران کے علاوہ موعودہ تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین کے دورِ خلافت میں کابل قندھار تک بھی فتح ہو گیا لیکن اس کے برعکس شیعہ عقیدہ کے تحت حضرت علی جو مولائے کُل تھے وہ عملاً ۲۴ سال کے عرصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مفتوحہ رقبے کے کسی چھوٹے سے چھوٹے خطہ پر بھی اپنی خلافت کا نظام قائم نہ کر سکے بلکہ خلفائے ثلٰثہ کے دور کے بعد بھی آپ اپنی خلافت میں بھی عملاً کامیاب نہ ہو سکے۔ تو فرمائیے ایسے نامزد اور منصوص خلیفہ بلا فصل کی اس فرضی خلافت کا کیا فائدہ ہوا شیعہ عقیدہ کے تحت اگر حضرت علی المرتضیٰ اپنی خلافت میں کامیاب ہوئے تو پھر اس رونے دھونے، چیخ و پکار، غصب خلافت اور غصب باغ فدک کے تذکرے کی شیعہ علماء، ذاکرین کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اور صدیوں سے یہ واویلا اس لیے کیا جا رہا ہے کہ اہل بیت پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ اور باقی ائمہ اہل بیت بھی سختیاں ہی اٹھاتے رہے اور دینِ حق کی کوئی خدمت انجام نہیں دے سکے۔ باعتقادِ شیعہ ائمہ کا یہی بڑا کارنامہ ہے کہ سوائے حضرت امام حسینؓ کے باقی سب نے تقیہ کی عبادت میں ہی زندگیاں گزار دیں تو اللہ تعالیٰ نے امت پر ایسے ائمہ کی اتباع لازم ہی کیوں کی تھی جو بیچارے حق گوئی کا فریضہ

بھی ادا نہ کر سکے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

حضرت ابوبکرؓ مصلّیٰ نبوی پر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت میں جب زیادہ تکلیف لاحق ہو گئی تو فرمایا۔ مُرُوْا ابابکرٍ فَلْیُصَلِّ بالناس۔ یعنی ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ میری جگہ نماز پڑھائیں" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت آپؓ نے مسجد نبویؐ میں مصلائے نبوی پر کھڑے ہو کر سترہ نمازیں پڑھائیں اور صحابۂ کرامؓ نے حضرت علی المرتضیٰ سمیت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں حضرت ابوبکرؓ کو تمام صحابہ کرامؓ کا امام صلوٰۃ بنا کر یہ سمجھا دیا کہ بعدِ وفات کے بھی میرا جانشین ابوبکرؓ ہوں گے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ غدیر خم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں فرمایا تھا من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ اس سے مقصود صرف حضرت علیؓ کے ساتھ محبت رکھنا تھا۔ ورنہ اگر اس سے مُراد حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کا اعلان ہوتا اور اس سے تاج پوشی مقصود ہوتی تو اوّل تو جنگل میں اعلانِ خلافت ہی غیر مناسب ہے۔ یہ اعلان یا تو حجۃ الوداع میں کیا جاتا یا پھر واپسی پر مدینہ منورہ میں اور حضرت علیؓ کو خلیفہ بلافصل نامزد کرنا ہوتا تو پھر بجائے حضرت ابوبکرؓ کے مسجد نبوی میں اپنے مرض الموت میں اپنے حکم سے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے مصلیٰ پر کھڑا کر کے امامِ نماز بنایا جاتا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا بلکہ تمام صحابہ کرام میں سے امامتِ نماز کے لیے اپنی جگہ حضرت صدیق اکبرؓ کا انتخاب فرمایا۔ کیا اس ارشادِ نبویؐ کی اس کے علاوہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے؟

خمینی اور تقیۂ ائمہ

شیعوں کے نائب امام مہدی خمینی صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ:

ہمارے ائمہ علیہم السلام اکثر و بیشتر مواقع میں ایسے حالات سے دوچار تھے کہ وہ حکم واقعی کو بیان نہیں کر پاتے تھے اور وہ ظالم و جابر حاکموں کے شکنجے میں جکڑے ہوئے اور انتہائی تقیہ اور خوف کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کا خوف مذہب کے لیے تھا نہ کہ اپنی ذوات کے لیے کیوں کہ بعض مواقع پر اگر تقیہ نہ کیا جاتا تو خلفاء جور مذہب کی بیخ کنی کرتے۔" (حکومت اسلامی یا ولایت فقیہ ص ۱۰۳)

حضرت علیؓ انتہائی کمزور خلیفہ تھے

خمینی صاحب ہی قاضی شریح کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"شریح وہ شخص ہے جو پچاس ساٹھ سال کوفہ میں منصبِ قضاوت پر رہا ہے اور ان علماء میں سے ہے جنہوں نے معاویہ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لیے باتیں

کی ہیں اور فتوے صادر کئے ہیں اور حکومت اسلامی کے خلاف کام کیا ہے۔ حضرت امیر اپنی حکومت کے دوران بھی اسے معزول نہ کر سکے۔ لوگوں نے ایسا نہ کرنے دیا۔ اور اس عنوان سے کہ شیخین نے اسے نصب کیا ہے اور آپ ان کے خلاف عمل نہ کیجئے اسے آنحضرت کی حکومت پر لاد دیا گیا۔"

(ایضاً ولایت فقیہ ص ۱۱۹)

حد ہو گئی قادرِ مطلق کے نامزد خلیفہ اپنے دورِ خلافت میں ایک قاضی کو بھی معزول نہ کر سکے۔ کیا خمینی صاحب نے اپنے دورِ حکومت میں خود بھی کوئی ایسی کمزوری دکھائی ہے۔

خمینی اور رسالت ایرانی انقلاب کے بانی یہی خمینی صاحب حضرت علی المرتضیٰ کی امامت کے اعلان کے سلسلے میں امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ المائدہ کی آیت تبلیغ

یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس

کے تحت لکھتے ہیں: ازیں آیت بواسطہ ایں قرائن ونقل احادیث کثیرہ معلوم شود کہ پیغمبر در تبلیغ امامت خوف از مردم داشتہ الخ (کشف اسرار ص ۱۶۵) ان قرائن اور احادیثِ کثیرہ کی بنا پر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر (حضرت علی کی) امامت کی تبلیغ (واعلان) میں لوگوں سے ڈرتے تھے۔ فرمائیے۔ رسول اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ رسالت کے بعد تبلیغِ توحید میں کسی سے بھی نہیں ڈرے حالانکہ آپ تنہا تھے اور برادری اور سارا ملک دشمن تھا لیکن اس کے بعد صرف حضرت علی المرتضیٰ کی امامت وخلافت کی تبلیغ میں کیوں ڈر گئے جبکہ آپ کے صحابہ کی جماعت ہزار ہا ہزار کی تعداد میں موجود تھی جس میں دس ہزار غازیانِ اسلام وہ تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مکہ فتح کیا تھا اور ان فاتحینِ مکہ میں چار یارؓ بھی تھے جن کو باری باری منصب عطا کیا گیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کی امامت کی تبلیغ میں کیا آپ کو ان صحابہ کرامؓ کا خوف دامن گیر تھا جو آپ کی محبت واطاعت میں شرک وکفر کی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہو کر ان کو شکست دے چکے تھے۔ یہ نہ عقل کی بات ہے نہ ایمان کی کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ کی امامت کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے میں پس وپیش کرتے رہے۔ سبحانک ھٰذا بہتان عظیم۔

ڈھکو اور صحابہؓ ڈھکو صاحب نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہے کہ: میں کہتا ہوں شیعہ اصحاب کو مانتے ہیں۔ کون ان کو نہیں مانتا جو پیغمبر کی بارگاہ میں اٹھتے تھے الخ اس میں بھی مجتہد ڈھکو صاحب نے تلبیس وتقیہ سے کام لے کر کہا ہے کہ اصحاب آپ کی خدمت میں اٹھتے تھے

بیٹھتے تھے ۔ حالانکہ اصحاب کی صرف یہ تعریف نہیں ہے بلکہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ نفوس ہیں جو آپ پر ایمان لائے اور پھر آپ کے ہی ہو کر رہ گئے ۔ اپنی پیاری سے پیاری چیز کو چھوڑا لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہ چھوڑا اور خصوصاً شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی محبت اور سنگت کا تو کوئی شخص بھی منکر نہیں ہو سکتا جو ایمان لانے کے بعد ساری زندگی آپ کے قدموں میں رہے اور بعد وفات بھی آپ سے جُدا نہیں ہوئے اور قیامت تک کے لیے روضہ مقدسہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرام فرما ہیں ۔ شاعرِ ملت علامہ اقبال مرحوم نے امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیات کو حسب ذیل اشعار میں کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

آں امنّ الناس بر مولائے ما   آں کلیم اول سینائے ما

ہمت او   کشت ملت را چو ابر   ثانیِ اسلام و غار و بدر و قبر

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفائے راشدین اور خصوصاً پہلے تین خلفاء راشدین ساری امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے عظیم محسن ہیں لیکن ڈھکو مجتہد کا ان جنتی حضرات کے متعلق جو نظریہ ہے اس کے متعلق بطور نمونہ ان کی حسب ذیل عبارات باعث عبرت ہیں ۔

(۱) دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادران اسلامی میں اس سلسلے میں جو کچھ نزاع ہے وہ اصحابِ ثلثہ کے بارے میں ہے ۔ اہل سنت ان کو بعد از نبی تمام اصحاب اور امت سے افضل جانتے ہیں اور ہم ان کو دولتِ ایمان و ایقان اور اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں ۔" (تجلیات صداقت طبع اوّل صـ۲۰ ناشر انجمن حیدری چکوال ۔ وطبع دوم صـ۲۱۶ ناشر مکتبۃ السبطین سٹیلائٹ ٹاؤن، سرگودھا)

(۲) حضرات ثلثہ جو تیمی و عدوی اور اموی شجرۂ ملعونہ فی القرآن کے افراد ہیں ان کو پیغمبر کی ذات سے کیا ربط و تعلق ہے ۔" (ایضاً طبع اوّل صـ۶۷ ۔ طبع دوم صـ۴)

(۳) ثلثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا ۔ (ایضاً طبع اوّل صـ۹۵ وطبع دوم صـ۲۲۵)

(۴) جناب امیر (یعنی حضرت علی المرتضیٰ) خلافتِ ثلثہ کو غاصبانہ و جابرانہ اور خلفائے ثلثہ کو گنہگار کذاب، غدار، خیانت کار، ظالم و غاصب اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خلافتِ نبویہ کا حقدار سمجھتے تھے ۔" (ایضاً طبع اوّل صـ۲۰۶ وطبع دوم صـ۲۲۱)

۵ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق لکھا ہے:
باقی رہا مؤلف کا یہ کہنا کہ عائشہ مومنوں کی ماں ہیں، ہم نے ان کے ماں ہونے کا انکار کب کیا ہے۔ مگر اس سے ان کا مومنہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ ماں ہونا اور ہے اور مومنہ ہونا اور
(ایضاً تجلیات صداقت طبع اول ص۴۷۸ و طبع دوم ص۵۵۷)

ہم کہتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جو طعن کیا ہے وہ خود حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے کیونکہ جب حضرت عائشہ مومنہ ہی نہ تھیں (العیاذ باللہ) تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کیونکر صحیح ہوا اور اصحاب ثلٰثہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہم اگر مومن نہ تھے اور وہ کذاب و خیانت کار تھے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ نے ان سے بیعت کیوں کی؟ ان کی اقتداء میں نمازیں کیوں پڑھیں۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ نامزد خلیفہ بلافصل (حسب اعتقاد شیعہ) اور ان کے تین چار مخلصین یعنی حضرت عمار بن یاسر وغیرہ کا یہ حال تھا اور خلفائے ثلٰثہ ایسے ایسے تھے تو ڈھکو صاحب اور دوسرے شیعہ علماء و مجتہدین بتائیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت کا کس کو کیا دینی اور ایمانی فائدہ پہنچا ہے۔ ڈھکو صاحب کے نزدیک وہ کون کون اصحابِ رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ان کے نزدیک قابلِ احترام اور جنت کے حقدار ہیں۔

۲ ڈھکو صاحب نے اصحاب ثلٰثہ کے لیے جو زبان استعمال کی ہے کیا یہ گالیوں سے کم ہے عبرت عبرت۔ بخوفِ طوالت یہاں ہم دوسرے شیعہ مصنفین مولوی حسین بخش جاڑا اور مولوی غلام حسین نجفی کی وہ عبارت نظر انداز کرتے ہیں جن میں خلفائے ثلٰثہ اور امہات المومنین کے متعلق اس طرح کی یا اس سے بھی زیادہ خباثت کا اظہار کیا گیا ہے۔

سنّی شیعہ بھائی بھائی کیسے

ڈھکو صاحب نے اپنی تقریر میں جو یہ کہا ہے کہ "سنی شیعہ بھائی بھائی یہ تیسری یزیدی خارجی قوم کہاں سے آئی"۔

ہم پوچھتے ہیں کہ وہ سنی کون ہے جو خلفائے ثلٰثہ کو مومن کامل اور قطعی جنتی نہیں مانتا اور ڈھکو صاحب خود بھی تجلیات پر یہ لکھ چکے ہیں کہ: اہلسنت ان کو بعد از نبی تمام اصحاب اور امت سے افضل جانتے ہیں"۔ (طبع اول ص۲۰۱ و طبع دوم ص۲۱۶) آپ کے مندرجہ عقائد کے بعد کون ایسا بے غیرت سنی ہے جو آپ کو اپنا اسلامی بھائی تسلیم کرے گا اور آپ کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ سنی شیعہ

بھائی بھائی ہیں۔ کیا آپ یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ ابوبکر علی بھائی بھائی۔ عمر علی بھائی بھائی۔ عثمان علی بھائی بھائی
پہلے ان چاروں خلفاء کو دینی اور اسلامی بھائی بھائی تسلیم کریں پھر دیکھا جائے گا کہ سنی شیعہ بھائی بھائی
ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آپ از روئے تقیہ ابوبکر علی بھائی بھائی کا اقرار کر لیں۔ صحابہ کرام اور خلفاء
راشدین کے متعلق جو ایران کے خمینی صاحب اور تمام اثنا عشری شیعوں کا عقیدہ ہے۔ یہی شیعیت کی
بنیاد ہے اور یہی ان کے بڑوں کے بڑے کہتے اور لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی سب سے
زیادہ اور مستند کتاب اصول کافی میں بھی خلفاء ثلثہ کو منافق اور کافر لکھا گیا ہے۔ بطورِ نمونہ اصول کافی
کی بعض روایات حسبِ ذیل ہیں۔ بخوفِ طوالت عربی متن کے بجائے شیعہ ادیب اعظم مولوی ظفر حسن
امروہی کے ترجمہ کی اردو عبارت پیشِ خدمت ہے:

(۱) (سورۃ النساء کی آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا) آیت جو لوگ ایمان لائے اور پھر کافر
ہو گئے اور پھر ایمان لائے اور پھر کفر کو زیادہ کیا تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام
نے فرمایا۔ یہ آیت فلاں فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پہلے تو وہ نبی پر ایمان لائے پھر جب
ولایت (یعنی حضرت علیؓ کی خلافت) کو ان پر پیش کیا گیا تو منکر ہو گئے۔ نبی نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں
اس کا علی مولا ہے تو ایمان لائے اور امیر المؤمنین کی بیعت کر لی لیکن رسول کے مرنے کے بعد پھر گئے
اور بیعت کا اقرار نہ کیا۔ پھر بیعت علی کرنے والوں کی پکڑ دھکڑ کرنے پر اپنے کفر کو اور بڑھا لیا لہٰذا ایمان کا
کوئی حصہ ان میں باقی نہ رہا۔" (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول کتاب الحجۃ ص۵۱۶ و اصول کافی طبع لکھنؤ ص۲۶۵)
یہ ملحوظ رہے کہ روایت بن فلاں فلاں سے مراد اصحابِ ثلثہ ہیں۔ چنانچہ صافی شرح اصول کافی میں ہے،
امام گفت ایں آیت نازل شد در ابوبکر و عمر و عثمان"۔ (صافی حصہ دوم جزء سوم ص۹۸)

(۲) سورۃ الحجرات کی آیت کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان کے تحت اصول کافی طبع لکھنؤ ص۲۶۹
کے متعلق امام جعفر صادق نے فرمایا: خدا نے ایمان کی محبت تمہارے دلوں میں ڈالی اور تمہارے دلوں کی
زینت بنایا (مراد ایمان سے امیر المومنین (حضرت علی) ہیں اور برا قرار دیا تمہارے لیے کفر و فسق و عصیان
کو۔ اس سے مراد ہیں فلاں فلاں فلاں (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص۵۲۳)

(۳) امام موسیٰ کاظم کی طرف منسوب روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ
کے متعلق فرمایا۔ وھما الکافران علیھما لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین (فروع کافی ج ۳

کتاب الروضہ صفحہ ۶۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ) : اور وہ دونوں کافر ہیں۔ ان دونوں پر اللہ کی لعنت فرشتوں اور عام لوگوں کی لعنت) (العیاذ باللہ)

(۴) شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ نے امام زین العابدینؒ کی طرف منسوب وضعی روایت میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق لکھا ہے کہ: ہر دو کافر بودند وہر کہ ایشاں را دوست دارد کافر است (حق الیقین مطبوعہ طہران صفحہ ۵۲۲) وہ دونوں کافر تھے اور جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی کافر ہے" العیاذ باللہ۔

اب ڈھکو صاحب ہی بتائیں کہ جس فرقہ کا حضرات خلفائے راشدین کے متعلق یہ عقیدہ ہو اس کے ساتھ کوئی غیرت مند سنی اتحاد کر سکتا ہے یا ان کو اپنا اسلامی بھائی قرار دے سکتا ہے، ہرگز نہیں۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہید

مولانا حق نواز صاحب جھنگوی شہید مرحوم جب شیعہ مذہب کی جدید و قدیم عبارتوں سے مطلع ہوئے تو انہوں نے حقیقی صحابہ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دفاع میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اور اپنی تقریروں میں انہوں نے اہل السنت والجماعت کے سامنے شیعہ مصنفین کی تکفیری عبارتیں پیش کیں اور اس کے رد عمل میں انہوں نے تکفیر شیعہ کا عنوان قائم کیا فخر اہل سنت حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بانی ماہنامہ الفرقان لکھنؤ) زید فیضہم نے شیعہ مذہب کی مستند اور بنیادی کتابوں سے ان کے عقائد مرتب کر کے ایک استفتاء سنی علماء کرام کی خدمت میں پیش کیا جس پر ہند و پاک کے سینکڑوں سنی علماء کرام نے ان عقائد کی بنیاد پر شیعہ اثنا عشریہ پر فتویٰ کفر عائد کیا جس کی تصدیق دارالعلوم دیوبند کے اکابر نے بھی کی اور ان کا یہ فتویٰ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہو چکا ہے۔

غیر شرعی جسارت (دیوبند کا فتویٰ)

اس کے جواب میں اہل تشیع کے دفاع میں دیوبند کی طرف منسوب مفتی احمد علی سعید کا فتویٰ محررہ ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ ایرانی ماہنامہ توحید ج ۵ شمارہ ۳ صفحہ ۸۱ پر بعنوان" شیعوں پر کفر کا الزام۔ غیر شرعی جسارت"، شائع ہوا اور مفتی صاحب موصوف کو مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند ظاہر کیا گیا ہے۔ اس فتوے میں مفتی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ: روافض پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ لگانا غیر شرعی جسارت ہے" اس فتویٰ میں مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ پس فقہاء نے تصریح کی ہے کہ

جو ان ضروریاتِ دین کا منکر ہو جو کہ نصوص معلومہ سے ثابت ہیں اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا ———— جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خدا ہونے کا قائل ہو (نعوذ باللہ) یا جن کا یہ عقیدہ ہو کہ جبرئیل علیہ السلام نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی (العیاذ باللہ) یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت رسول ہونے کا قائل نہ ہو یا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان طرازی کرتا ہو تو ایسے عقیدہ رکھنے والے پر کفر کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ یہ عقیدے نصوص صریحہ و ضروریات دینیہ کے قطعاً مخالف ہیں اور ظاہر ہے کہ تمام شیعوں کا یہ عقیدہ نہیں الخ اور مفتی احمد علی سعید کا یہ فتویٰ ہفت روزہ شیعہ لاہور مجریہ ۸ جولائی ۱۹۸۸ء اور ہفت روزہ اسد لاہور وغیرہ میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

تبصرہ: یہ تو صحیح ہے کہ مفتی احمد علی سعید دیوبند میں رہتے ہیں اور ان کا ایک چھوٹا سا مدرسہ بھی ہے لیکن یہ صریح جھوٹ ہے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں خدام اہلسنت ساہیوال ضلع سرگودھا کی طرف سے حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا گیا تو حضرت موصوف نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مفتی احمد علی سعید جنہوں نے اپنے کو مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند سے منسوب کیا ہے یہ سراسر غلط ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ شہر میں دوسری جگہ پر فرضی نام دے کر دارالعلوم وقف کے نام پر ادارہ چلا رہے ہیں۔ اور دارالعلوم دیوبند کے فریق مخالف ہیں۔ اس سلسلے میں دارالعلوم دیوبند کا مطمع نظر آپ نے ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ اور ماہنامہ دارالعلوم میں تفصیلی طور پر ملاحظہ فرمالیا ہے۔ صحیح فتویٰ وہی ہے جس پر دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب، مفتی ظفیر الدین صاحب، حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب اور حضرت مولانا معراج الحق صاحب صدر المدرسین دارالعلوم کے دستخط ہیں نیز ماہنامہ دارالعلوم بابت ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ میں ایڈیٹر صاحب نے اپنے مضمون میں اس کی تردید بھی شائع کر دی ہے الخ (۱۸ محرم ۱۴۰۹ھ یکم ستمبر ۱۹۸۸ء)۔

۲ مفتی احمد علی صاحب نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر کو کافر قرار دیا ہے تو کیا وہ نہیں جانتے کہ روافض حضرت صدیق اکبرؓ کو مومن صحابی نہیں مانتے جیسا کہ ڈھکو صاحب وغیرہ کی عبارتیں پیش کر دی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں تکفیر کی ایک وجہ تحریفِ قرآن کا عقیدہ ہے۔ مفتی صاحب اس

اس کو زیر بحث نہیں لاتے۔ علماء کے فتوی تکفیر کی بنیاد تحریف قرآن وغیرہ کے عقائد ہیں۔ جو شخص بھی اس قسم کے عقائد رکھے اس کو شرعاً کافر قرار دیا جائے گا۔ یہاں میرا مقصد تکفیر کی بحث نہیں ہے۔ یہ جو کچھ عرض کر دیا ہے شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو کی تقریر اور ان کے پمفلٹ "لمحہ فکریہ" کے جواب میں ہے کہ عدم تکفیر شیعہ کے سلسلہ میں انہوں نے اہل السنت کی کتابوں کی بعض عبارتیں تو پیش کر دیں اور ان میں بھی تلبیس اور کتمانِ حق کا کرشمہ دکھایا لیکن وہ اپنی عبارتیں بھول گئے جن میں انہوں نے صراحتاً خلفائے ثلثہ وغیرہم کو غیر مومن در منافق لکھا ہے اور ان عبارتوں کو نظر انداز کر دیا جو الکافی اور حق الیقین وغیرہ میں ہیں۔

اہل سنت اور اہل بیت

ہم اہل سنت والجماعت تو حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی محبت کو اپنے ایمان کا جز مانتے ہیں اور ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ تنقیص بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن کہاں علماء اہلسنت کی طرف سے تکفیر شیعہ کا فتویٰ اور کہاں روافض کی طرف سے صحابۂ کرام اور امہات المومنین پر لعن طعن اور ان کی تفسیق و تکفیر۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ تکفیرِ صحابہؓ وہ بنیاد ہے جس کی وجہ سے اہل سنت والجماعت شیعہ اور روافض سے کوئی اسلامی تعلق نہیں قائم کر سکتے۔ اس مضمون میں گنجائش نہیں تھی مگر مولوی محمد حسین ڈھکو اور دَورِ حاضر کے دوسرے شیعہ مصنفین کی عبارتیں میرے کتابچہ "صحابہ کرام اور پاکستان" میں درج کر دی گئی ہیں۔ قارئین کرام کے لیے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔ مولوی غلام حسین نجفی آف لاہور نے تو اصحاب و خلفاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمہات المومنین کے بارے میں اپنے جن نظریات کا اظہار کیا ہے وہ انہی کا مخصوص کارنامہ ہے۔ ایک کتاب انہوں نے شائع کی ہے جس کا نام ہے۔ کیا ناصبی مسلمان ہیں بجواب کیا شیعہ مسلمان ہیں"۔ شیعہ اہل سُنّت والجماعت کو بھی ناصبی قرار دیتے ہیں یعنی اہل بیت کے دشمن اور شیعہ ہر اس شخص کو بھی ناصبی قرار دیتے ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ پر کسی دوسرے صحابی یا خلیفہ کو فضیلت دیتا ہو۔ اس کتاب میں انہوں نے زیادہ تر سیاہ صحابہؓ کا عنوان اختیار کیا ہے مثلاً سیاہ صحابہؓ کا جناب عائشہؓ کی ذات گرامی پر تہمت لگانا ص۴۱) "سیاہ صحابہؓ کا حضرت عائشہؓ پر کفر کا فتویٰ" (ص۴۲)۔

(۲) اولادِ دجلالہ نے شیعوں کی تکفیر کی خاطر تقریر اور تحریر کے محاذ کو خوب گرم کیا ہے۔ تقریر میں ایک

باطل نواز (المعروف) حق نواز جھنگوی بین الاقوامی لعین کی کیسٹ اس باب کا روشن ثبوت ہے اور تحریر میں ہزباں ملاؤں کی بے شمار کتابیں اور کتابچے ان کی اس بے حیائی کے گواہ ہیں الخ (ص ۳)

۳) سپاہ صحابہ کا اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر کفر و شرک ... کا فتویٰ۔

۴) مفتی کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے اور جن مفتیوں نے ہم شیعوں کے خلاف کفر کے فتوے دیئے ہیں خواہ وہ اہل حدیث ہوں یا وہابی دیوبندی ہوں وہ بیچارے خود کافر ہیں۔" (ص ۶۹)

۵) خدا کرے کہ کوئی کمینہ، چوہڑہ چمار بھی چار حرف علم کے نہ پڑھے۔ یہ اولادِ حلالہ یا حیض یا زنا جو شیعانِ حیدرِ کرار کے خلاف کفر کے فتوے دے رہے ہیں۔ ہم ان کی اس ماں کو بھی جانتے ہیں جس نے ان کو اندھیرے میں جن کر کہیں پھینک دیا تھا الخ (ص ۱۱۷)

۶) حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مؤلف "ایرانی انقلاب" کے متعلق بعنوان "غوغائے شیطانی بر زبان منظور خبیث نعمانی لکھتا ہے کہ: ارباب انصاف کراچی ۱۸ ناظم آباد سے ایک اقرا ڈائجسٹ شائع ہوتا ہے اس کے شمارہ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ اور ماہ فروری ۱۹۸۸ شیعیت نمبر کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔ اس نمبر میں ایک خبیث ناصبی، ولد الحیض، ولد الحلالہ، ولد الحرام نطفۂ ناتحقیق محمد منظور نعمانی نے اپنے لعنت زدہ سر سے لے کر اپنی اس منحوس گانڈ تک زور لگایا کہ جو گانڈ سمی کے پیار کی طرح بہت کشادہ اور کھلی ہے اور تمام دنیا کے اولاد زنا کے فتوے کو جمع کیا ہے الخ (ص ۵۲) اس کتاب "ناصبی کیوں کافر ہیں" میں بعض ایسے ایسے الفاظ اور عنوانات ہیں کہ قارئین کے سامنے ہم پیش نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے الفاظ اور عنوانات قائم کرنا نجفی صاحب کی خصوصیات میں سے ہے جس کا جواب ہم نہیں لکھ سکتے۔

سپاہِ صحابہؓ کا طریق کار

انجمن سپاہ صحابہؓ کا مقصد "دفاع صحابہؓ" ہے اور ہونا چاہیئے اس مقصد سے کوئی سنی مسلمان اختلاف نہیں کر سکتا لیکن ہمیں ان کے طریق کار سے اختلاف ہے۔ چنانچہ میں نے ماہنامہ حق چار یارؓ ماہ رمضان میں بھی عرض کر دیا تھا۔ مولوی غلام حسین نجفی کے الفاظ تو انہیں کے لیے زیبا ہیں لیکن شیعوں کی طرف سے زیادہ تر ردعمل کافر کافر شیعہ کافر کے عمومی نعروں کا ہے جو جلسوں اور احتجاجی جلوسوں میں لگائے جاتے ہیں اور یہ ردعمل ان تحریروں کا ہے جو دیواروں پر لکھی جاتی ہیں یا جو اشتہار دیواروں پر لگائے

جاتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد کی بظاہر گرفتاری بھی ان اشتہارات کی وجہ سے تھی جو ان کی لاعلمی میں ان کے مدرسہ کے بعض جذباتی طلباء نے لگائے تھے۔

سپاہ صحابہ کے جذباتی سپاہی یہ بھی سوچا کریں کہ اہل تشیع بھی دیواروں پر چاکنگ کر سکتے ہیں اور مفلٹوں اور پوسٹروں میں سب کچھ لکھ سکتے ہیں۔ اس طریق سے ہم گویا خود ناصبی کافر سنی کافر کہنے اور لکھنے کے لیے ان کے لیے گنجائش نکالتے ہیں اور یہی حکمت تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بتوں کو بھی بُرا بھلا کہنے سے منع فرمادیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم (سورۃ الانعام رکوع ۱۳۔ آیت ۱۰۸) اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں پھر وہ براے جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ (ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ) اس کی تشریح رمضان المبارک کے شمارے میں لکھ دی ہے۔

ہم اہل سنت والجماعت ہیں۔ ہم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ اسلامی اخلاق اور اسلامی تہذیب کا بھی ایک دائرہ ہے۔ بعض دفعہ جواب جاہلاں باشد خموشی پر بھی عمل کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً (سورۃ الفرقان آیت ۶۳) جس وقت کہ بات کرتے ہیں ان سے جاہل کہتے ہیں کہ سلام ہے" (ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ) "جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات چیت کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں" (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اور رب العالمین نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فرمایا۔ واصبر علیٰ ما یقولون واھجرھم ھجراً جمیلاً۔ (سورۃ المزمل آیت ۱۰) اور یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ" (ترجمہ مولانا تھانویؒ) اس آیت کے تحت حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی لکھتے ہیں: "یعنی خلق سے کنارہ کر لیکن لڑ بھڑ کر نہیں۔ سلوک سے" شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح لکھتے ہیں۔ یعنی کفار آپ کو ساحر کاہن اور مجنون و مسحور وغیرہ کہتے ہیں ان باتوں کو صبر و استقلال سے سہتے رہیئے۔" ہر کام کا ایک وقت اور ہر بات کا ایک موقع ہوتا ہے۔

ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

بہادر وہ ہے جو اپنے جذبات پر کنٹرول کر کے اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جائے۔ جتنا کام مشکل ہوتا ہے اتنا ہی اس میں صبر اور حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ سپاہِ صحابہؓ کے جوانوں کو حالات کی سنگینی پر نظر رکھنی چاہیئے۔ سنی قوم کی زبوں حالی کو پیشِ نظر رکھیں۔ پہلے اپنی سنی قوم کا جائزہ لے لیں۔ اس وقت سنی کو اعتقاد و عمل میں پختہ سنی بنانے کی ضرورت ہے۔ عجلت پسندی میں نقصان ہوتا ہے۔ مولانا حق نواز شہید کے اصل قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ اور اس کے لیے مشتعل تحریک چلانا یا براست اقدام کی تجویز پیش کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کیا پہلے بھی پاکستان میں کسی سیاسی اور مذہبی نوعیت کے قتل کا کچھ بنا ہے حالانکہ بڑے بڑے قتل ہو چکے ہیں۔ اگر راہِ حق میں کوئی شہید ہو جائے تو یہ اس کے لیے خوش نصیبی ہے۔ غزوہ احد میں ایک دن میں ستر صحابہؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا حتیٰ کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شدید زخمی ہوئے، دندانِ مبارک شہید ہوئے۔ اس کے باوجود رب العالمین نے ارشاد فرمایا۔ لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (سورہ آل عمران) نہ کمزوری کھاؤ اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب ہو گے اگر تم اسی طرح مومن بن کر رہے۔ یہ سنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ عظمتِ صحابہؓ اور عقیدہ خلافت راشدہ کی تبلیغ میں محنت کرتے رہیں۔ دلائل اور اعتدال سے کام لیں۔ ہم سنی ہیں نہ کہ تبرائی۔ اگر ہم بھی انہی کا وطیرہ اختیار کریں تو ہم میں اور ان میں کیا فرق ہو گا۔

کانگریس کا طعنہ

پمفلٹ "لمحہ فکریہ" میں لکھتے ہیں: "یہ لوگ انہی لوگوں کی باقیات ہیں جنہوں نے ہندوؤں کی کانگریس کی آغوش میں بیٹھ کر بانیٔ پاکستان وقائدِ اعظم کو کافرِ اعظم کہا تھا اور یہ انہی لوگوں کی یادگار ہیں جنہوں نے کل ایمان حضرت علی علیہ السلام کے والد محسن اسلام ابوطالب عمران پر کفر کا فتوی لگایا تھا بلکہ یہ انہی گستاخ مفتیوں کی نسل سے ہیں جنہوں نے بانیٔ اسلام کے والدین شریفین کو بھی کافر ٹھہرایا۔ ان لوگوں نے کل پاکستان بنانے کی مخالفت کی تھی اور جب خدا نے ان کی ناک کو رگڑتے ہوئے پاکستان بنا دیا تو آج ان کی ذریت اس کی بقا اور سالمیت کی مخالفت کر رہی ہے اور اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر ناچتے ہوئے شیعوں کو کافر اور اہل سنت کو مشرک کہہ کر تفریق بین المسلمین کر کے اس ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں اور اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھ رہی ہے۔" (ص۶)

تبصرہ: اصل مذہبی بنیادی اختلاف تو سنی شیعہ کا ہے اور یہی موضوع بحث ہے۔ اس بحث سے کانگریسی اور غیر کانگریسی ہونے کا کیا تعلق۔ وہ تو ایک سیاسی اختلاف تھا جو بنا

پاکستان کے بعد ختم ہوگیا۔ اس اختلاف کی بنیاد بھی یہی تھی کہ متحدہ ہندوستان کی صورت میں انگریز سے آزادی حاصل کی جائے یا ہندوستان تقسیم ہو اور مسلم اکثریت کے صوبے ہندوستان سے علیٰحدہ ہو جائیں اور اس کا نام پاکستان ہو۔ اکابر علمائے دیوبند میں بھی تقسیم ہند اور عدم تقسیم کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوگیا اور دونوں کے پیشِ نظر نفع ونقصان کے مختلف پہلو تھے اور یہ اختلاف خلوص پر مبنی تھا۔ جمعیت علمائے ہند کا نظریہ یہ تھا کہ ہندوستان تقسیم نہ ہو اور جمعیۃ علماء اسلام تقسیم ہند اور قیام پاکستان کی قائل تھی اور آخرکار ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہوگیا۔ اس کے بعد جو علماء تقسیم ہند کے قائل نہ تھے انہوں نے بھی یہ دعائیں کیں کہ پاکستان مستحکم ہو اور یہاں صحیح اسلامی نظام حکومت قائم ہو لیکن

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سالہا سال گزرنے کے بعد اب تک اسلامی حکومت پاکستان میں قائم نہیں ہو سکی۔ مسلم لیگ کے بھی ٹکڑے ہو گئے اور آج پاکستان میں سیاسی پارٹیوں کے اندر محاذ آرائی کا جو طوفان بپا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور اب پاکستان میں کوئی لیگی اور کانگریسی مسئلہ نہیں ہے۔ اہلِ تشیع کو زیادہ دُکھ اس بات کا ہے کہ دیوبندی علماء کیوں شریعت بل منوا رہے ہیں اور وہ فقہ حنفی کو کیوں پبلک لاء کے طور پر منظور کرانا چاہتے ہیں اور یہ کہ صرف دیوبندی علماء کی کوشش نہیں بلکہ بریلوی علماء بھی فقہ حنفی کا نفاذ چاہتے ہیں اور شریعت بل جو سینٹ میں پاس ہو چکا ہے اس کے مؤید علمائے اہلحدیث بھی ہیں۔ گو ہمارے نزدیک شریعت بل میں اتباع خلفائے راشدین اور فقہ حنفی کی تصریح نہ ہونے کی وجہ سے شریعت بل میں خاصہ نقص رہ گیا ہے۔ سواد اعظم اہلسنّت کا اپنی عظیم اکثریت کی بناء پر یہ حق ہے کہ پاکستان کو سنّی اسٹیٹ بنایا جائے اور یہاں خلفائے راشدین کی اتباع میں اسلامی نظامِ حکومت قائم ہو۔ ایران میں شیعہ اکثریت ہے وہ شیعہ اسٹیٹ ہے اور فقہ جعفری بطور پبلک لاء نافذ ہے وہاں دارالحکومت طہران میں تو سنّی مسجد بنانے کی بھی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی سنّی مسلمان جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھا سکتے ہیں۔ حالانکہ ایران حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا اور یہاں پاکستان کا قیام بھی اہل سنت کی اکثریت کی وجہ سے عمل میں آیا ہے۔ صرف شیعہ اقلیت کیا کر سکتی تھی لیکن اب وہ پاکستان میں اہل سنت کے مساوی حقوق مانگتے ہیں اور اہل سنت کے انتشار کی وجہ سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

(۲) ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے مسلم لیگ کے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا۔ کاش کہ وہ اس کا ثبوت بھی پیش کر دیتے۔

جناب ابوطالب کا ایمان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابوطالب کے متعلق جمہور اہلسنت کا یہی قول ہے کہ انہوں نے بظاہر اسلام قبول نہیں کیا۔

(۲) لیکن شیعہ روایات میں بھی یہ آیا ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا۔ چنانچہ شیعہ مذہب کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری ابوطالب کے اسلام کے متعلق بعض شبہات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور ایک اور وجہ شبہ کی یہی ہے کہ حضرت ابوطالب اپنے ایمان کو چھپاتے تھے لہٰذا بعض کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ وہ باطناً مؤمن ہیں یا نہیں لیکن حضرت کا اخفاء ایمان عین مصلحت کے مطابق تھا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہم مذہب ہونے کے سبب سے ان کی حفاظت کرتے ہیں اس لیے کہ سفہائے قریش آپ کو بھی مثل اور مسلمانوں کے سفیہ کہنے لگتے اور عہدۂ ریاست قریش سے برطرف کر دیتے اور ان کا رعب دلوں سے جاری رہتا۔ (مجالس المومنین مترجم اردو ص ۲۳۵ مطبوعہ شمس پریس آگرہ)

تبصرہ

(۱) جب جناب ابوطالب نے ایمان کو چھپائے رکھا تو ان کے مخفی ایمان کو کوئی کس طرح تسلیم کرے گا۔ جب تک کوئی شخص زبان سے علی الاعلان اسلام کا اقرار و اظہار نہ کرے بظاہر اس کو مسلمان قرار دینا مشکل ہوتا ہے۔

(۲) اور جناب ابوطالب کی وجہ سے ایمان کو چھپانے کی جو مصلحت بیان کی گئی ہے وہ گویا عذر گناہ بدتر از گناہ کی قسم سے ہے۔ یہ تو قریش سے مرعوب ہونا ہے اور اس کی غرض بھی یہی ہے کہ ان کی سرداری نہ چھن جائے۔ یہ تو اخلاصِ دین کے خلاف ہے۔ اسلام تو وہ ہے جس پر مال و اقتدار ہر متاع کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ الحاصل شیعہ مذہب کا عقیدہ تقیہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ اچھے سے اچھا آدمی کسی کام کا نہیں رہتا۔ ہم ایمان ابی طالب کی بحث کی یہاں مزید ضرورت نہیں سمجھتے۔ اتنا ہی اہلِ فہم کے لیے کافی ہے۔

نور اللہ شوستری کا تقیہ

نور اللہ شوستری متوفی ۱۰۹۰ھ نور جہاں کی سفارش سے ایران سے درآمد ہوئے۔ تقیہ باز شیعہ عالم تھے۔ جہانگیر نے ان کو سنی عالم سمجھ کر قاضی القضاۃ کا منصب عطا کیا۔ بعد میں جب راز کھلا تو جہانگیر نے ان کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ اب

وہ شیعوں کے ہاں شہید ثالث سے معروف ہیں۔ چنانچہ ڈھکو صاحب ان کے متعلق لکھتے ہیں:
بہت بلند پایہ عالم عظیم الشان متکلم فصیح البیان تھے۔ باوجود نا ملائم حالات سے دوچار ہونے کے علم کلام میں بہت سی کتب جلیلہ تصنیف فرمائیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتب بہت مشہور و مفید ہیں۔ احقاق الحق...... یہ بزرگوار ان مظلوم علمائے شیعہ میں سے ہیں جنہیں تشیع کے جرم میں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ انہیں جہانگیر نے ملاؤں کے فتوے کے مطابق شہید کرایا۔ ان کی مزار آگرہ میں مشہور و معروف امام اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔" خود قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں:

حضرت امیر المومنین (حضرت علی) کی خلافت کے زمانے سے لے کر سلاطین صفویہ کے ظہور سلطنت تک اہل تشیع میں بلائے تقیہ کا ایسا زور رہا کہ اپنے مذہب کو بالکل ظاہر نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی اپنے اصول و فروع کی ترویج ہی ممکن تھی۔ بلکہ علماء و فقہائے معتزلہ کے اصول و فروع پر ظاہر میں عمل رہا کرتا تھا۔ اسی سبب سے مخالفین کے مختلف فرقوں میں تو اپنے بزرگوں کے حالات مشہور کرنے میں بڑی بڑی کوششیں کیں اور بہت سی کتابیں اس فن میں تصنیف ہوئیں لیکن علماء شیعہ بسبب سالہا سال مظلوم اہل شعار رہنے کے گوشہ تقیہ میں چھپے رہتے تھے اور اپنے آپ کو شافعی یا حنفی ظاہر فرماتے تھے الخ

(مجالس المومنین مترجم اردو ص۳)

یہ ہے شیعہ مذہب کی تاریخ تقیہ۔ حضرت علی المرتضیٰ سے لے کر سلاطین صفویہ تک سب بلائے تقیہ میں ہی مبتلا رہے اور شیعہ علماء حنفی شافعی بن کر کام کرتے رہے۔ پھر اصل مذہب کہاں سے دستیاب ہوگا کیونکہ ہر بات اور ہر عمل میں تقیہ کا احتمال ہے العیاذ باللہ۔

والدین ماجدین کا ایمان

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد جناب عبداللہ تو ولادتِ نبوی سے پہلے وفات پا چکے تھے اور حضرت آمنہ کی وفات بھی اس وقت ہوئی جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کے تھے اور اس امت کے لیے اسلام و ایمان کا حکم اس وقت سے لگایا جاتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمادیا تھا اور والدین ماجدین تو اعلانِ رسالت سے پہلے ہی انتقال فرما گئے تھے اس لیے ایمان و اسلام کی بحث کی حاجت ہی نہیں۔

۲ اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے جو حضرت مولانا محمد شفیع صاحب صاحب تفسیر معارف القرآن نے حسب ذیل سوال کے جواب میں لکھا ہے۔

(سوال) ایک واعظ صاحب نے یہ حدیث بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ خداوند کریم میرے والدین کو زندہ کر دے تاکہ میں ان کی خدمت کروں۔ اسی وقت دونوں قبر یا شق ہو گئیں اور دونوں زندہ ہو گئے۔ پھر آپ نے دونوں کو اپنی شریعت پر مسلمان کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں۔

(الجواب) اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی شرح میں مستقل رسالے لکھے ہیں اور اس حدیث کی توثیق کی ہے اور شامی نے باب المرتد میں بھی حدیث کی تصحیح اکابر محدثین سے نقل کی ہے۔ ولفظہ۔ الا تری ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اکرمہ اللہ تعالیٰ بحیاۃ ابویہ لہ حتیٰ اٰمنا کما فی حدیث صحیحہ القرطبی وابن ناصر الدین حافظ الشام وغیرھما فانتفعا بالایمان بعد الموت علیٰ خلاف القاعدہ اکراماً نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شامی مصری ج ۳ ص ۳۱۵) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد دوم) (یعنی امداد المفتیین) ص ۲۶۱) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے خاص فضل و کرم فرمایا کہ آپؐ کے والدین کو زندہ کر دیا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں ہے جس کو امام قرطبیؒ اور ابن ناصر الدین حافظ شام اور ان دونوں کے علاوہ اوروں نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے اور بعد وفات کے والدین شریفین نے ایمان سے نفع اٹھایا جو عام قاعدہ کے خلاف ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے (بطور معجزہ ہوا) (بحوالہ شامی مصری ج ۳ ص ۳۱۵) اس تصریح کے بعد بھی کسی شخص کے لیے اس بات کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ علمائے دیوبند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کو مؤمن نہیں مانتے۔

شیعہ اور خارجی

مجتہد ڈھکو صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ: آج جو مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہے ہیں اور گڑے مردے اکھاڑ رہے ہیں وہ نہ سُنّی ہیں نہ شیعہ بلکہ یزیدی خارجی ہیں۔ آج یزیدیت کا گن گانے والے اور حسینیت پہ بغاوت کا الزام لگانے والے، بنو امیہ کے ترانے گانے والے اور آلِ محمدؐ پر ظلم و ستم کرنے والے ان کو میں نہ سنی کہہ سکتا ہوں نہ شیعہ کہہ سکتا ہوں بلکہ میں ان کو یزیدی کہہ سکتا ہوں مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

تبصرہ نہروانی خارجی جو تھے وہ حضرت علی المرتضیٰ کی تکفیر کرتے تھے (العیاذ باللہ) لیکن موجودہ دور میں جو محمود احمد عباسی کے پیروکار ہیں وہ حضرت علی المرتضیٰ رض کی تکفیر نہیں کرتے البتہ ان پر تنقید و جرح کرتے ہیں اور ہم بھی ان کے خلاف ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کے رد میں ہی یہ کتابیں لکھی ہیں۔ خارجی فتنہ حصہ اول و حصہ دوم (بحث فسق یزید) اور کشف خارجیت اور آپ نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ: محمود احمد عباسی ملعون نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا "خلافت معاویہ و یزید" جس کے بارے میں شیعہ نے بھی قلم اٹھایا تھا۔ برادران اہلسنت نے بھی قلم اٹھایا تھا۔ شیعوں سے زیادہ جواب اہلسنت نے لکھے الخ لیکن ڈھکو صاحب! کیا آپ نے بھی عباسی تصانیف کے جواب میں کوئی کتاب لکھی ہے؟ اور نہیں لکھی تو کیوں؟ حالانکہ آپ نے صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدین کے خلاف کتابیں لکھی ہیں۔ میں نے اب تک کسی شیعہ کی کتاب ایسی نہیں دیکھی جس میں عباسی کی کتابوں کا مفصل جواب ہو۔ واللہ اعلم۔ اور آپ دے بھی نہیں سکتے کیونکہ خارجی تو آپ کو ترکی بہ ترکی سُناتے ہیں۔ ان کا صحیح جواب بھی ہم اہل سنت ہی دے سکتے ہیں لیکن ہمیں حضرت علی المرتضٰے کی شرعی عظمت بھی ملحوظ رہتی ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں اور قطعی جنتی ہیں اور ان کی محبت ہمارے ایمان کا جزو ہے۔

(۲) آپ محمود احمد عباسی اور ان کے پیروکاروں کو مسلمان کیوں نہیں سمجھتے حالانکہ وہ اسی کلمۂ اسلام اور اذان کے قائل ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور وہ قرآن کی تحریف کے بھی قائل نہیں اور قرآن کو اہل سنت والجماعت کی طرح محفوظ مانتے ہیں مگر آپ ان کی تکفیر غالباً اسی لیے کر رہے ہیں کہ وہ حضرت علی المرتضٰے کی خلافت کو مجروح کرتے ہیں لیکن یہ بھی آپ سوچیں کہ آپ پہلے تین خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین کی نہ صرف خلافت کے منکر ہیں بلکہ ان کو مومن بھی تسلیم نہیں کرتے (العیاذ باللہ) تو پھر اہل سنت والجماعت آپ کے بارے میں کیا فیصلہ کریں۔

(۳) جناب مولانا حق نواز جھنگوی مرحوم نہ خارجی تھے نہ عباسی کے پیرو تھے اور نہ ہی یزیدی تھے بلکہ وہ صحیح المسلک سنی مسلمان تھے اور سپاہ صحابہؓ کی اکثریت بھی خارجی اور یزیدی نہیں ہے البتہ ان میں بعض ایسے لوگ بھی گھس گئے ہیں جو عباسی ذہن کے حامیانِ یزید ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ جماعت کی تطہیر ہونی چاہیئے۔ ملک میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو یزید کو عادل بلکہ خلیفہ راشد کرتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے اور ایسے لوگ بظاہر بہت قلیل ہیں لیکن آپ ان کو سامنے رکھ کر

صحیح المسلک اہل السنت والجماعت کو بھی مطعون کرنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں۔

بریلوی مسلک

دیوبندی بریلوی اختلافی مسائل کی نوعیت جداگانہ ہے۔ آپ اس اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور پمفلٹ اور تقریر میں یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ سنی ہیں اور وہ آپ کے بھائی ہیں حالانکہ بریلوی حساس علماء بھی شیعہ جارحیت کے مخالف ہیں اور بریلوی مسلک کے امام جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم نے روافض کے خلاف اکابر علماء دیوبند سے بھی سخت فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ آپ کا ایک رسالہ "ردّ الرفضہ" جس کے شروع میں ہی ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسی قدر کہ انہیں امام و خلیفہ برحق نہ مانے کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح و فتاویٰ کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔ درمختار مطبوعہ مطبع ہاشمی ص۶۴ میں ہے الخ

۲ بحر رائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کی امامت و خلافت کا منکر کافر ہے۔ (ص۶)

۳ شیخین رضی اللہ عنہما کو برا کہنا ایسا ہے جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا اور امام صدر شہید نے فرمایا۔ جو شیخین کو برا کہے یا تبرا کہے کافر ہے" (ص۱۲)

۴ شفاء مؤلفہ قاضی عیاض محدث کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اور اس طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں ان غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔ (ص۲۱)

کیا ڈھکو صاحب اس قرآن کو مانتے ہیں

مجتہد ڈھکو نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ (ہم پر الزام ہے کہ) یہ تو قرآن کو نہیں مانتے یا قرآن کی تحریف کے قائل ہیں۔ اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر کہو۔ آج تک آپ نے اپنی پوری زندگی میں کوئی اس تیس پارے والے قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن دیکھا ہے۔ کوئی پڑھا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ سنی ہو یا شیعہ اسی قرآن کو پڑھتے ہیں۔ اسی قرآن کو یاد کرتے ہیں۔ تو اسی قرآن کا ایک کو قائل اور دوسرے کو منکر بنانے کا جواز کیا ہے۔ بے شک کہ ان کے پاس ہماری دو چار روایتیں ہیں کہ فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے کہ یہ آیت پیغمبر علیہ السلام کے زمانے میں یوں پڑھی جاتی تھی آج

یوں پڑھی جاتی ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کے زمانے میں اس آیت کے بعد یہ آیت تھی آج وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اگر ان دو چار روایتوں کی بنا پر جو ہماری بعض کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اگر منکر قرآن قرار دیا ہے تو پھر لازم آتا ہے کہ اس آسمان کے تلے اور اس زمین کے اوپر تہتر فرقوں میں سے کوئی بھی قرآن کا قائل نہیں کیونکہ جو روایتیں ہماری کتابوں میں ہیں۔ ہماری اصول کافی یا فصل الخطاب میں ہیں تفسیر در منثور اور تفسیر ابن جریر میں ہیں۔ اگر ان روایتوں کے باوجود تمہارے ایمان بالقرآن میں کوئی خلل نہیں آتا تو ان روایتوں کی وجہ سے ہمیں کیوں منکرِ قرآن قرار دیا جاتا ہے۔ اگر وہ روایت آپ کے نزدیک معتبر نہیں ہیں تو ہمارے نزدیک بھی معتبر نہیں ہیں۔ اگر آپ کی روایتوں کے راوی مستند نہیں ہیں تو ہماری روایتوں کے راوی بھی معتبر نہیں ہیں۔ الخ

الجواب ا آپ کا موجودہ قرآن کو پڑھنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ موجودہ قرآن کو محرف و مبدّل نہیں مانتے کیونکہ آپ کو حکم ہی یہی ہے کہ دکھلاوے کے لیے فی الحال یہی قرآن پڑھتے رہیں۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی اصح الکتب اصول کافی میں یہ روایت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ: ایک شخص نے حضرت ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام کے سامنے قرآن پڑھا۔ میں کان لگا کر سن رہا تھا۔ اس کی قرأت عام لوگوں کی قرأت کے خلاف تھی۔ حضرت نے فرمایا۔ اس طرح نہ پڑھو بلکہ جیسے سب لوگ پڑھتے ہیں تم بھی پڑھو جب تک ظہور قائم آل محمد (یعنی امام مہدی) نہ ہو۔ جب ظہور ہوگا تو وہ قرآن کو صحیح صورت میں تلاوت کریں گے اور اس قرآن کو نکالیں گے جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لیے لکھا تھا الخ (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۶۳۱۔ کتاب فضل القرآن)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اصول کافی کا ترجمہ شافی شیعہ ادیب اعظم مولوی ظفر احسن امروہوی نے لکھا ہے؛ ترجمہ میں جو انہوں نے مغالطہ دیا ہے اس کی نشاندہی "سنی مذہب حق ہے" ص ۲۵ پر میں نے کر دی ہے اور اس روایت سے ثابت ہوا کہ اصلی قرآن تو حضرت امام مہدی کے پاس ہے اور یہ قرآن اصلی نہیں ہے۔ ورنہ اگر بروایت شیعہ اصل قرآن یہی ہوتا تو امام جعفر صادق دوسرے اصلی قرآن کا کیوں حوالہ دیتے۔ یہ روایت اصول کافی کی ہے جس کے بارے میں شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ کتاب حضرت امام مہدی کے ہاں پیش کی گئی ہے اور آپ نے اس کے متعلق فرمایا تھا کہ ھذا کافٍ لشیعتنا یعنی یہ ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے اور پھر کافی ہی اس کا نام پڑ گیا اور ڈھکو صاحب شافی کے

مقدمہ میں یہ تسلیم کرلیا ہے کہ الکافی کو امام مہدی کی رضائے سکوتی حاصل ہے جیسا کہ میں نے رد ماتم میں اپنی صحیح کتاب بشارت الدارین میں اس کی بحث کردی ہے۔

۲ شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی روایت پیش کرتے ہیں کہ: ابوبکر نے جناب امیر کو بیعت کے لیے بلایا۔ جناب امیر نے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن نہ جمع کروں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کے فرقان ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سر مہر کردیا۔ پھر مسجد میں تشریف لاکر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزماں سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات سورہائے قرآنی کو میں نے جمع کیا اور کوئی آیہ آسمان سے نازل نہ ہوا جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین قوم و آیات نص خلافت جناب امیر پر صریح تھے اس وجہ سے نے اس قرآن سے انکار کردیا۔ جناب امیر خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد (یعنی حضرت مہدی) نہ دیکھو گے۔" (جلاء العیون مترجم اردو جلد اول ص ۲۰۳ ناشر شیعہ جنرل بک ایجنسی اندرون موچی دروازہ لاہور) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شیعہ قرآن میں صرف ترتیب کی تبدیلی کے قائل نہیں بلکہ ان کے نزدیک اصل قرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق میں جو آیات نازل ہوئی تھیں صحابہ نے ان کو بھی اور جو منافقین کی مذمت میں نازل ہوئی تھیں ان کو بھی نکال دیا اور وہ آیات اب اس قرآن میں نہیں ہیں۔

۳ ڈھکو صاحب کا یہ کہنا بھی نرا جھوٹ ہے کہ تحریف قرآن کی تین چار آیتیں ان کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ دو ہزار سے زائد روایتیں ان کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو مستفیض اور متواتر ہیں۔ چنانچہ شیعہ مجتہد علامہ حسین بن محمد تقی النوری متوفی ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

قال السید نعمۃ اللہ الجزائری فی بعض مولفاتہ عنہ ان الاخبار الدالۃ علی ذلک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتہا جماعۃ کالمفید والمحقق الداماد والعلامۃ المجلسی وغیرہم بل الشیخ ایضاً صرح فی التبیان بکثرتہا بل ادعی تواترہا جماعۃ یاتی ذکرہم" (فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب ص ۲۲۷): سید نعمت اللہ الجزائری نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جو حدیثیں تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں وہ دو ہزار سے زیادہ ہیں اور ایک جماعت نے دعویٰ کیا ہے

کردہ احادیث مستفیض ہیں جیسے مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہم بلکہ شیخ طوسی نے بھی تفسیر تبیان میں ان روایات کی کثرت کی تصریح کی ہے بلکہ ایک جماعت محدثین نے ان روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ (ص۲۲۷)

علامہ نوری طبرسی (متوفی ۱۳۲۰ھ) کی یہ کتاب ایران میں ۱۲۹۸ھ میں چھپی ہے اور باوجود اس کے کہ علامہ نوری طبرسی مؤلف کتاب "فصل الخطاب" صراحتاً قرآن مجید میں ہر طرح تحریف کے قائل ہیں مگر مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو نے اپنی کتاب احسن الفوائد میں علامہ نوری کے ایک شاگرد کی زبانی ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ شیخنا الاجل الاعظم وعمادنا الارفع الاقوم صفوۃ المتقدمین والمتأخرین خاتم الفقہاء والمحدثین ثقۃ الاسلام وناشر آثار الائمۃ الطاہرین علیہم السلام پھر ڈھکو صاحب خود ان کے متعلق لکھتے ہیں۔ بہرحال ان کی جلالت قدر وعظمت شان حد بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ ایک محدث خبیر ونقاد بصیر ہونے کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں مگر وہ علم کلام میں بھی پوری دسترس رکھتے ہیں الخ (ص۴۱)

اگر ڈھکو صاحب تحریف قرآن کے قائل نہ ہوتے تو تحریف قرآن کے قائل بلکہ اس پر دلائل دینے والے محدث نوری طبرسی کی مدح میں وہ اس قدر کیوں رطب اللسان ہوتے۔ باقی رہا یہ کہ کتب اہلسنت میں بھی ایسی روایات پائی جاتی ہیں یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اہلسنّت کی جو روایات ہیں ان سے نسخ آیات یا اختلاف قرأت کا ثبوت ملتا ہے اور پھر یہ روایات بھی آحاد ہیں نہ کہ متواتر۔ علاوہ ازیں کوئی سنّی عالم ان روایات کی بنا پر یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن میں تحریف وتبدیلی ہوگئی ہے۔ بلکہ ہر سنّی عالم اس شخص کو کافر قرار دے دیتا ہے جو وصال نبوی کے بعد قرآن مجید میں تحریف وتبدیلی کا قائل ہے۔ کیا ڈھکو صاحب بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص تحریف قرآن کا قائل اور ہے وہ کافر ہے۔

ع میرے کہنے میں کیا ہے آزمائے جس کا جی چاہے

۴ ڈھکو صاحب خود بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب "اثبات الامامت طبع دوم ص۳۱۲ پر اہلسنّت کی طرف سے ایک اہم سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

علمی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ فریقین کی بعض روایات کے مطابق ائمہ اطہار علیہم السلام کے

اسماء گرامی قرآن مجید میں موجود تھے مگر جمع قرآن کے وقت انہیں نظر انداز کر دیا گیا۔ چنانچہ ہماری تفسیر صافی صہ۹ مقدمہ ششم طبع ایران بحوالہ تفسیر عیاشی حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ فرمایا۔ لَوْ قُرِئَ الْقُرْاٰنُ كَمَا اُنْزِلَ لَاَ لْفَيْتُمُوْنَا فِيْهِ اگر قرآن کو اسی طرح پڑھا جاتا جس طرح نازل ہوا تھا تو تم اس میں ہمیں نام بنام موجود پاتے" احسن الفوائد صہ۴۹۱

جب بارہ اماموں کے نام قرآن مجید میں نازل ہوئے تھے تو صرف نام ہی تو نہیں ہوں گے بلکہ ان کی صفات کا بھی تذکرہ ہوگا۔ تو اتنا حصہ جب قرآن مجید میں سے نکال دیا گیا تو باقی قرآن کیونکر قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے۔ تو فرمایئے کہ کیا ڈھکو صاحب کا اس قرآن پر ایمان باقی رہا۔ علاوہ ازیں ماہنامہ خیر العمل نومبر ۱۹۸۰ء کے اداریہ بعنوان۔ "فتدبروا یا اولی الالباب" میں واضح طور پر ذاکر حسن مرزا عسکری نے بزعم خود قرآن میں صحابہ کرام رض کے ہاتھوں تحریف ہونے کے دلائل و شواہد پیش کیے ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں:

۱ تنزیل قرآن میں بنو امیہ اور دوسرے قریش کے شر منافقین کے بدنام نازل ہوئے تھے جو مصحفِ عثمانی سے مفقود ہیں۔ قرآن میں اگر ایک دشمن رسول (یعنی ابو لہب) کا نام آگیا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ رسول اللہ کے جو جانی دشمن تھے ان کے اسمائے نامبارکہ کو تبلانے سے پرہیز کرتا۔

ابو لہب ہاشمی نے اگرچہ زبانی کلامی دشمنی کی تھی تو اس کا نام ہی نہیں بلکہ ایک مکمل سورۃ اللہب نازل اس کی بیوی حمالۃ الحطب (ابو سفیان کی بہن ام جمیل) کا ذکر نام لیے بغیر آگیا۔ مگر ایسے موذیانِ رسول کے بدناموں کا قرآن میں ذکر نہیں ہے جنہوں نے رسول اللہ کی ہتک حرمت کی اور آپ کو لہولہان کر دیا اور آپ کو ضربات شدید پہنچائیں اور آپ کے اعضاء کو توڑ دیا یعنی دندانِ مبارک کو شہید کر دیا ——

اولوالالباب کے لیے قطعاً مشکل نہیں کہ وہ عقل دوڑا کر سمجھ لیں کہ اہل حَسْبُنَا اور سقیفائی خلیفے چونکہ خود قریشی تھے اور جامع القرآن چونکہ خود اموی تھا اس لیے احترام خلافت کو برقرار رکھنے کے لیے قرآن کمیٹی کے نوخیزوں نے قریشی اور اموی موذیانِ رسول کے بدناموں کو خارج دفتر کر دیا۔ مگر مفسرین نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا الخ۔ تحریف قرآن کی مزید عبارات میرے کتابچہ "عظیم فتنہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی محمد حسین ڈھکو اور ماہنامہ خیر العمل کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر حسن عسکری بن مرزا احمد علی کی مندرجہ تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اس موجودہ قرآن کو جو خلفائے راشدین کے دور سے امت کے پاس ہے محرّف اور مبدّل مانتے ہیں۔ پھر اس کے باوجود ڈھکو صاحب کا یہ دعویٰ کہ ہم اس قرآن

کو مانتے ہیں بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے ۔ اب ڈھکو مجتہد خود ہی اپنے اجتہاد کی بنا پر یہ فیصلہ دے سکتے ہیں
کہ جو شخص قرآن میں تحریف و تبدیلی کا قائل ہو وہ کافر ہے یا مسلمان ؂

آپ ہی اپنے ذرا طرزِ عمل کو دیکھیں ؛ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ڈھکو صاحب کی دھمکی

اپنی تقریر میں ڈھکو صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ : ہاں ہم ضرور دفاع کا حق رکھتے ہیں اور ہم اپنی قوم کو کہہ رہے ہیں کہ بیشک اپنا دفاع مضبوط بناؤ ہم کسی کو نہیں چھیڑتے — ہمیں اپنا دفاع اتنا مضبوط اور مربوط بنانا چاہیئے کہ اگر خواہ مخواہ کوئی ہمیں چھیڑے تو بچ کر نہ جائے اور اگر جائے تو نسلوں کو بھی بتا جائے کہ ان کو نہ چھیڑنا ۔

تبصرہ

مجتہد ڈھکو صاحب کی یہ دھمکیاں اور چیلنج بازیاں شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل اور عظیم کردار کے خلاف ہیں کیونکہ حسبِ اعتقادِ شیعہ حضرت علی المرتضیٰ نے کچھ ایسے صبر و ضبط سے کام لیا کہ باوجودیکہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت بلافصل کے لیے آپ کو نامزد کیا تھا اور یہ خلافت ایک دینی اور شرعی خلافت نبوت تھی لیکن حضرت علیؓ نے پہلے تین خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے قریباً ۲۴ سال دورِ خلافت میں گزار دیے ۔ باعتقادِ شیعہ صحابہ کرام نے حضرت فاطمۃ الزہراء کی پسلیوں کو توڑا ، محسن کو شہید کیا اور شیرِ خدا کے گلے میں رسّی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے مسجدِ نبوی میں حضرت ابوبکر کی بیعت کے لیے لے گئے اور آپ نے اور آپ کے مخلص صحابہ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسر نے بھی جبراً بیعت کر لی لیکن شیرِ خدا نے غاصبینِ خلافت کے مقابلہ میں ہاتھ تک نہیں اٹھایا ۔ جب انہوں نے اپنے حق کا دفاع نہیں کیا تو آپ ان کی اطاعت کا دعویٰ کرنے والے اپنے دفاع کا حق طلب کر رہے ہیں اور شیعوں کو مجمع عام کی تقریر میں بذریعہ لاؤڈ سپیکر لڑنے مارنے پر اکسا رہے ہیں اور اشتعال دلا رہے ہیں ۔ ایں چہ بوالعجبیست

دعوتِ فکر

مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو مجتہد کے شائع کردہ پمفلٹ اور تقریر میں جو اہم مسائل تھے ان پر میں نے بحث کر کے ڈھکو صاحب کے مغالطات اور کذبات کی نشاندہی کر دی ہے ۔
تعلیم یافتہ شیعوں کے لیے خصوصاً اس میں دعوتِ فکر ہے کہ وہ فہم و دیانت سے کام لے کر امرِ حق معلوم کریں اور بغیر خوفِ لومۃ لائم اتباعِ حق کو اپنا نصب العین بنا لیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتباع و استقامت نصیب فرمائیں ۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وما علینا الا البلاغ

خادم اہلسنت مظہر حسین غفرلہٗ ، ۷ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

مدحت خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم

حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب مدظلہٗ امیر تحریکِ خدامِ اہلسنت پاکستان ضلع لاہور

صداقت کا جہاں جن سے منور، عدالت کا چمن جن سے معطر
سخاوت اور حیا کے مہر انور، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

خدائے پاک کے محبوب یہ ہیں، حبیبِ حق کے بھی محبوب یہ ہیں
تمامی ملتوں کے یہ ہیں سرور، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

سیاست تھی برائے دین جن کی، خلافت آیتِ تمکین جن کی
گواہ ہے سورۃ النور جن پر، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

چلے بطحا سے یہ مردانِ غازی، سپاہی دن کے راتوں کے نمازی
مٹائی شانِ کسریٰ آنِ قیصر، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

یہی رونق بنے صحنِ چمن میں، کلی میں پھول میں سرو سمن میں
یہی ہیں معدنِ قرآں کے جوہر، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

ملی ان سے جہاں بھر کو سعادت، یہ کلمہ ہو کہ قرآں اور سُنّت
ہے صدقہ ان صحابہؓ کا برادر، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

جمالِ ہمنشینی کے اثر سے، افق رنگین ہوا ان کی نظر سے
بنا ہے ان کا سینہ مشک و عنبر، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

یہی ہیں رونقِ محراب و منبر، کرے تعریف جن کی رب اکبر
کمالاتِ نبوت کے ہیں مظہر، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

معیتِ مصطفےٰ ﷺ سے تھے مشرف، اشداء علی الکفار ہے وصف
مؤدت کے عبادت کے شناور، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

یہی پہچان اب خدام کی ہے، خلافت راشدہ حق چار کی ہے
ہوا اجماع سب امت کا جن پر، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

کہے جو تین کو حق، خارجی ہے، کہے جو ایک کو حق رافضی ہے
کہ حق ہونے میں ہیں چاروں برابر، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

نبیؐ پاک نے پودا لگایا، خدائے پاک نے اس کو بڑھایا
بنا وہ شجرۂ طوبیٰ تناور، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

صحابہؓ پھول ہیں باغِ نبیؐ کے، یہی ہیں واسطہ دینِ جلی کے
بنے ہیں رونقِ محراب و منبر، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

مولانا قاضی شمس الدین صاحب ساکن درویش ضلع ہری پور (ہزارہ) کا ایک مضمون ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان (ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ۔ جون ۱۹۹۰ء) میں بعنوان "جاہلانہ و فاحش کی عالمانہ وضاحت" شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب فاضل دیوبند (خطیب جامع مسجد زکریا مخدوم پور پہوڑاں ضلع خانیوال (ملتان) کے کتابچہ "مولوی سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری کی جاہلانہ جسارت" کے جواب میں ہے۔ جو تحریک خدام اہل سنت مخدوم پور نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا تھا۔ اور جاہلانہ جسارت" مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری (ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کے ان مضامین کے جواب میں لکھی گئی ہے جس میں انہوں نے اس خادم اہل سنت کی بعض عبارتوں پر ناجائز تنقید کی تھی۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب دونو ضلع ہری پور کے رہنے والے ہیں۔ مولانا محمد امین شاہ صاحب کئی سالوں سے مخدوم پور میں مقیم ہیں۔ اور پختہ کار اور تجربہ کار کتابی مدرس ہیں منقولات ہوں یا معقولات ہوں۔ بڑی بڑی کتابیں وہ پڑھاتے رہے ہیں اب بوجہ بیماری اور بڑھاپے کے تدریس میں کمی کردی ہے لیکن عزم و ہمت میں جوانوں کے لئے قابل رشک ہیں۔ جماعتی طور پر شاہ صاحب موصوف مجلس احرار کے ساتھ منسلک رہے ہیں۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خصوصی خادمانہ تعلق رہا ہے اور تحریک ختم نبوت میں قربانیاں دیتے رہے ہیں۔ ان کی شجاعت اور بہادری مسلم ہے۔ اب آپ تحریک

غلام اہل سنت سے وابستہ ہیں۔ اور مسلک حق پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ سلوک طریقت میں آپ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کے متوسلین میں سے ہیں اور حضرت مدنی کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا پیر خورشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ساکن قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان) کی طرف سے مجاز طریقت بھی ہیں۔

قاضی شمس الدین صاحب کی شخصیت

ایک مولانا قاضی شمس الدین صاحب مرحوم ہیں جو حسن ابدال میں خطیب رہے ہیں مرحوم بھوئی گارڈ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے بڑے بھائی حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے ان سے چھوٹے اور قاضی شمس الدینؒ سے بڑے حضرت مولانا قاضی ضیاء الدین صاحب ہیں۔ ان تینوں حضرات کا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے صحیح المسلک ہیں۔ لیکن قاضی شمس الدین صاحب جو نقیب ختم نبوت میں لکھنے والے ہیں یہ دوسرے ہیں۔ ان کے متعلق ماہنامہ نقیب ختم نبوت (جون ۱۹۹۰ء) میں جو تعارف شائع ہوا ہے اس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں اس مقالہ کے لکھنے والے کے متعلق ہمارے بہت سے قارئین شاید اس نام سے مانوس نہ ہوں۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدین مدظلہ (ساکن موضع درویش ہری پور ہزارہ) اہل سنت کا عظیم علمی اور روحانی سرمایہ ہیں۔ عمر مبارک ستّر برس سے متجاوز ہے اور ضعیفی اور ناتوانی نے آلیا ہے۔ لیکن اب بھی ایمانی قوت عمل سے سرشار اور باطل افکار واعمال کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ آپ کے تبحر علمی کا ایک زندہ ثبوت پیش نظر مقالہ ہے آپ کئی معرکۃ الآراء کتابوں کے مصنف ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ آپ ابوحنیفہ ہند حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور قطب العالم حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے خلیفہ مجاز ہیں۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کی تاریخ تحفۂ سعدیہ میں آپ کے حالات زندگی کی کچھ تفصیل ملتی ہے جس کے مطابق آپ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں موضع کوٹ نجیب اللہ تحصیل ہری پور ہزارہ میں حضرت مولانا فیروز الدین قدس سرہٗ کے گھر متولد ہوئے۔ والد مرحوم معقول ومنقول کے جلیل القدر عالم تھے۔

(۲) غرض اس علمی ادبی گھرانے میں قاضی صاحب موصوف نے علوم متداولہ کی تحصیل کی

پھر دورۂ حدیث ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء علامہ مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھا۔ پہلی بیعت بزمانہ طالب علمی ۱۳۵۰ھ میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ سے کی تھی۔ مگر قاضی صاحب موصوف کے بیان کے مطابق طالب علمانہ مشاغل اور آزادانہ روی تحصیل مقامات میں حائل رہی۔ دریں اثناء ۱۳۵۷ھ میں حضرت پیر صاحب کا وصال ہو گیا۔ ۱۳۶۰ھ میں حضرت اقدس (مولانا عبداللہ صاحب) کی بیعت سے مشرف ہوئے اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ کی تکمیل کے بعد مجاز طریقت قرار پائے۔ آپ علم فقہ و حدیث میں خصوصی دستگاہ کے علاوہ مذاہب باطلہ خصوصاً قادیانیت کے ابطال سے گہری واقفیت رکھتے ہیں۔ نہایت منکسر المزاج۔ عالی حوصلہ بلند اخلاق اور مرنجاں مرنج بزرگ ہیں۔ حضرت اقدس کی وفات کے بعد موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خان محمد صاحب قبلہ سے تجدید بیعت کر کے مدارج عالیہ میں سرگرم ہیں۔ (تحفہ سعدیہ ص ۲۴۱)

واضح رہے کہ حضرت موصوف نے یہ مقالہ بھی حضرت شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد مدظلہم کے حکم خاص پر سپرد قلم فرمایا ہے ورنہ اس سے قبل آپ کو کچھ تامل تھا جس کا سبب معاندین احرار کے پروپیگنڈے کا طوفان بدتمیزی تھا۔ سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کے نام اپنے مکتوب میں آپ خود فرماتے ہیں:۔

"فقیر کا ذہن پہلے آپ کی طرف سے صاف نہ تھا۔ پھر فقیر خانقاہ شریف سراجیہ کندیاں گیا۔ اور قبلہ حضرت مولانا خان محمد صاحب سے آپ کا تذکرہ ہوا۔ تو حضرت صاحب نے بہ تاکید فرمایا کہ مولانا عطاء المحسن شاہ صاحب کی مکمل امداد کریں۔ اس حکم کی وجہ سے آپ کی طرف سے طبیعت مطمئن ہو گئی اور یہ مضمون پوری لگن سے لکھا ہے۔ خدا کرے آپ کو پسند آجائے۔"

تبصرہ

مولانا قاضی شمس الدین صاحب موصوف کے متعلق پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ آپ نے دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ہے۔ اور آپ فاضل دیوبند ہیں۔ مندرجہ تعارفی مضمون سے معلوم ہوا کہ آپ نے دورہ حدیث مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھا ہے۔

(۲) قاضی شمس الدین صاحب موصوف سے میری ملاقات غالباً دو تین مرتبہ ہو چکی ہے۔ ایک دفعہ چکوال بھی تشریف لائے تھے۔ اور سُنی کانفرنس بھیں (چکوال) میں میری تقریر کے دوران

- بھی سٹیج پر تشریف فرما ہوئے تھے۔ اور بہت عرصہ پہلے ٹیکسلا میں بھی ملاقات ہوئی تھی۔ جبکہ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر گھر آ گیا تھا۔ والد صاحب مرحوم اہل السنت والجماعت کی طرف سے علمی اور اعتقادی دفاع کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اور راولپنڈی عدالت میں آپ کا بیان بھی ہوا تھا جس میں شیعہ مذہب کی ضروری کتابیں بھی پیش کی تھیں۔ بس اتنا یاد ہے۔

(۳) قاضی صاحب موصوف سے گزشتہ چار پانچ سال سے فسق یزید اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کے سلسلے میں تحریری بحث بھی رہی ہے جس کے بعض اہم مندرجات بعد میں پیش کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۴) قاضی شمس الدین صاحب کا المیہ یہ ہے کہ یزید اور مسئلہ اجتہادی خطا کے بارے میں نہ وہ اپنے استاذ حدیث مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کے متبع ہیں اور نہ ہی وہ اپنے پہلے شیخ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو مانتے ہیں۔ اور نہ ہی ان مسائل و عقائد میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے پیروکار ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہیں پختہ دیوبندی نقشبندی مجددی۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب

مفتی اعظم حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ :۔ جنگ کربلا جہاد تھا یا کوئی سیاسی جنگ تھی" تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ :۔ جنگ کربلا یزید کی طرف سے محض سیاسی تھی۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی سیاست حقہ کا پہلو غالب تھا۔ مسلمانوں اور کافروں کی جنگ نہ تھی۔ مسلمانوں اور مسلمانوں ہی کی باہمی لڑائی تھی۔ ایک فریق باطل پر تھا۔ اور اس کی طرف سے انتہائی ظلم و فساد اور خونخواری کا مظاہرہ ہوا اور امام مظلوم کی طرف سے حقانیت، مظلومیت اور صبر و رضا کا انتہائی درجہ ظہور میں آیا۔ (کفایت المفتی جلد اول۔ کتاب العقائد ص۲۸)

(۲) سوال :۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت غصب خلافت کا الزام نیز یزید کو آپ کا ولی عہد سلطنت باوجود اس کے فسق و فجور کے بنانا جس کو بعض سنی بھی کہتے ہیں کس حد تک صحیح اور درست ہے۔

جواب:۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی اور اس کے بعد وہ جائز طور پر خلافت کے حامل تھے۔ انہوں نے یزید کے لئے بیعت لینے میں غلطی کی کیونکہ یزید سے بہتر اور اولیٰ و افضل افراد موجود تھے لیکن اس غلطی کے باوجود یزید کے اعمال و افعال کی ذمہ داری ان پر عائد نہ ہو گی۔ کیوں کہ اسلام اور قرآن پاک کا اصول ہے۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (یعنی کوئی شخص قیامت کو دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا) اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی اور درشتی نہیں کرنی چاہیئے" (کفایت المفتی جلد اول۔ کتاب العقائد ص ۲۲۸)

کیا قاضی صاحب موصوف اپنے استاذ حدیث حضرت مفتی اعظم کی مندرجہ تحقیق کو تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت پیر صاحب گولڑوی

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ قاضی صاحب درویش کے سابق شیخ ہیں اور موصوف نے مجھے اپنے خط (محررہ ۱۶ رجب ۱۴۰۴ھ) میں بھی لکھا ہے کہ:۔ نیز فقیر نے ایک اور کتاب لکھی ہے خلافتِ راشدہ۔ سبائیت سے مودودیت تک"۔ اس میں صدر اول کے سبائیوں سے لیکر زمانہ حال کے مودودی صاحب تک سبائیوں کی تاریخ آ گئی ہے۔ نیز حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات بھی لکھی ہے۔ حضرت پیر صاحب کے علمائے دیوبند سے عقیدتمندانہ تعلقات تھے اور پیر صاحب بالکل صحیح العقیدہ بزرگ تھے"۔

(تبصرہ) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے متعلق ان کی سوانح حیات "مہر منیر" ص ۱۴۳ پر لکھتے ہیں:۔

یزید اور اس کے حواریوں پر لعنت بھیجنے کو ناجائز قرار نہیں دیا مگر فرمایا۔ بے سود امر ہے۔ اس کی بجائے آلِ رسول ؐ پر درود پڑھنا بہتر ہے"۔

(۲) حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تصفیہ مابین سنی و شیعہ" میں خلافت راشدہ پر مفصل بحث کی ہے اور خلفائے اربعہ (حضرت ابو بکر صدیق رض۔ حضرت عمر فاروق رض۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ کو آیت استخلاف کا مصداق قرار دیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔ سورۃ النور میں مندرجہ بالا آیت (وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) الاٰیۃ کے مصداق بھی یہی حضرات اربعہ رض مع الاخوان من الصحابہ ہیں۔ بنو امیہ۔ جناب معاویہ رض و بنو عباس آیت استخلاف سے خارج ہیں کیونکہ جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے مراد آیت استخلاف سے وہ لوگ ہیں جو سورۃ نور کے نزول کے وقت حاضر تھے الخ (ص ۶)

(۳) حضرت صاحب گولڑوی بارہ خلفاء والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

خلفاء اربعہ رض کے بعد خلافت کی صورت ہی باقی رہی۔ اور معنی بالکل ہی ختم ہو گیا جیسا کہ امیر معاویہ رض کا دورِ حکومت۔ چنانچہ حدیث شریف میں ھدنۃ علی دخنٍ (یعنی صلح بر فساد) کے جو الفاظ وارد ہیں ان کا یہی مفہوم ہے۔ اس کے بعد سلسلہ خلافت بالکل جبری حکومت اور دعوت الی جہنم تک پہنچ گیا۔ لیکن مشیت ایزدی کے تقاضا سے پھر ایک ایسا انقلاب رونما ہوا جس میں خلافت راشدہ کی جھلکیاں اور تابانیاں نظر آنے لگیں یہ مبارک دور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور تھا ——— الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ (میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی) والی حدیث میں صرف خلافت خاصہ کاملہ مراد ہے ——— اہل سنت کے نزدیک خلافت کے باطنی مفہوم کے لحاظ سے اور اہل شیعہ کے نزدیک اصطلاحی معنی کے لحاظ سے امام کے لفظ کا اطلاق ائمہ اہل بیت علیہم السلام پر صحیح اور جائز ہے ان حضرات کے علاوہ دوسرے حضرات کو دینی پیشوا ہونے کی بناء پر امام کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ان حضرات کی خصوصیات مختصہ انہی کی ذوات مقدسہ تک محدود ہیں"۔ (فتاویٰ مہریہ ص ۱۴۵ — ۱۴۶)

تبصرہ حضرت پیر صاحب گولڑوی یزید پر لعن کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور میں نے اپنی کتاب "بشارت الدارین" میں یزید پر لعنت کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کا مفصل ارشاد نقل کیا ہے جس کے آخر میں ہے، "پس جواز لعن اور عدم لعن کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے۔ کیوں کہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ محض مباح ہے اور اگر وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں"۔ (ص ۲۰۲)

(۲) حضرت پیر صاحب نے آیت استخلاف کا مصداق صرف خلفاء اربعہ (یعنی چار یار رض) کو قرار دیا ہے اور حضرت معاویہ رض اور بنو امیہ اور بنو عباس کے دوسرے خلفا کو اس آیت کے مصداق سے خارج کیا اور حضرت پیر صاحب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت کی صورت قرار دیا ہے نہ کہ حقیقت نیز خلافت راشدہ خاصہ کو تیس سال تک محدود فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت پیر صاحب نے بارہ ائمہ اہل بیت پر ان کی خصوصیت کی وجہ سے باطنی امامت کی بنیاد پر لفظ امام کا اطلاق جائز قرار دیا ہے اور حضرت موصوف ان ائمہ کیلئے علیہم السلام بھی لکھتے ہیں تو ہمارا سوال ہے کہ قاضی درویش صاحب کے نزدیک حضرت پیر صاحب گولڑوی صحیح العقیدہ بزرگ ہیں تو کیا وہ ان کے

ن بیان کردہ عقائد سے متفق ہیں یا ان کو بھی اپنی اصطلاح کے مطابق سُن مُن سُنّی ہی سمجھتے ہیں۔

حضرت گنگوہی مقتدائے زماں ہیں

میں نے بشارت الدارین صفحہ ۴۱۹ پر لکھا ہے:۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی چشتی اور مولانا عبد العلی صاحب مرحوم کا مسئلہ طاعون میں تحریری مباحثہ ہوا تھا جس میں حضرت پیر صاحبؒ نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی تحقیق پیش کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے ـــــ لہٰذا ہم نے سائلین عن الصورۃ المذکورہ کو اجتناب از نقص امکنۂ متعفنہ و ارادہ تبدیلی ہوا جواز خروج از مقام الطاعون کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ مقتدائے زماں حضرت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم ور مولوی شیخ عبد الغفار صاحب نے دربارہ جواز خروج فتویٰ دیا ہے جس کی نقل ذیل میں موجود ہے۔ وَاللّٰہُ تعالیٰ اعلم وَعلمہ اتم۔ العبد الملتجی الی اللّٰہ المدعو مہر علی شاہ عفا عنہ ربّہ (رسالہ الطاعون صفحہ ۶۱)

حضرت مجدد الف ثانی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:۔ یزید بے دولت از زمرۂ فسقہ است توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر اہل سنت است کہ شخص متعین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نکردہ اند مگر آنکہ بیقین معلوم کنید کہ ختم او بر کفر بودہ کابی اللھب الجھنمی وامرأتہ نہ آنکہ او شایان لعنت نیست (مکتوبات حضرت مجددؒ الف ثانی فارسی طبع قدیم جلد اول صفحہ ۲۷۴)

یزید بے نصیب فاسقوں کے ٹولہ میں سے ہے۔ اس پر لعنت میں توقف کرنا اہل سنت کے اس مقررہ اصول پر مبنی ہے کہ اگرچہ کوئی کافر ہو لیکن اس کی تعیین کر کے اس پر لعنت جائز نہیں کہتے مگر اس شخص معین پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں کہ اس کا کفر پر مرنا یقینی ہو۔ مثلاً ابو لہب جہنمی اور اس کی بیوی اور اس پر لعنت نہ کرنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس کا مصداق نہیں ہے)

میں نے یزید کے بارے میں حضرت مجدد صاحب کی مندرجہ عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے قاضی صاحب موصوف کو اپنے مکتوب محررہ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۴۰۵ھ میں یہ لکھا تھا کہ:۔ آپ ماشاء اللّٰہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے منسلک ہیں لیکن بہت زیادہ تعجب خیز امر ہے کہ آپ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کی اس تحقیق سے اختلاف رکھتے ہیں کہ یزید بے دولت از زمرۂ فسقہ است۔ اور پھر فسق یزید اہل السنت والجماعت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ ان

سب حضرات کے پیش نظر بخاری شریف کی احادیث بھی تھیں۔ سانحہ کربلا۔ واقعہ حرہ اور شہادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی وہ واقف تھے۔ مفصل بحث تو انشاء اللہ تعالیٰ خارجی فتنہ حصہ دوم میں آرہی ہے۔ یہاں میری عرضداشت کا مقصد تو یہ ہے کہ آپ جیسے حضرات کے لئے تو صدیوں کے اکابر کی تحقیق سے اختلاف کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں (مکتوب محررہ یکم رجب ۱۴۰۵ھ) یہ فرمایا ہے کہ: حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہم کو یہ سبق سکھایا ہے کہ بزرگوں کا پورا ادب ملحوظ رکھ کر ان سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور خود حضرت مجدد نے اپنے مکتوب ۲۵۱ دفتر اول میں سید شریف جرجانی متوفی ۹۱۶ھ مؤلف شرح مواقف کی تردید کی ہے پھر مولانا عبدالرحمٰن جامی متوفی ۸۹۸ھ کی تردید کی ہے الخ

اس کے جواب میں بندہ نے مکتوب محررہ ۲۷ رجب ۱۴۰۵ھ میں یہ لکھا تھا کہ:۔ آپ یہ بھی تو ملحوظ رکھیں کہ ان بڑوں سے اختلاف رکھنے والے کون ہیں:۔ جو مجدد اعظم ہیں وہ اختلاف کرسکتے ہیں۔ لیکن آپ کا وہ مقام نہیں اور حضرت مجددؒ نے صاحب ہدایہ کی تردید نہیں کی بلکہ ان کے قول کی توجیہہ فرمائی ہے۔ الخ

بہرحال قاضی شمس الدین صاحب اپنی بات پر مصر رہے اور تاحال اکابر مجتہد سے اختلاف پر قائم ہیں۔ نہ وہ اپنے استاذ حدیث مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کی تحقیق مانتے ہیں۔ اور نہ تمام اکابر دیوبند کی حالانکہ اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں۔ اور نہ امام ربانی حضرت مجددؒ الف ثانی کی۔ لیکن اس کے باوجود اپنے آپ کو نقشبندی مجددی کہنے کہلوانے پر مطمئن ہیں لیکن ان کے برعکس وہ یزید اور اجتہادی خطا کے مسئلہ میں غالباً محمود احمد عباسی کے پیروکار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آج تک محمود احمد عباسی کے باطل نظریات کی تردید نہیں کی۔ حالانکہ وہ صراحتاً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی توہین کا مرتکب ہوا ہے جیسا کہ میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں اس کی بعض عبارتیں نقل کردی ہیں۔ عباسی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:۔

حضرت علیؓ کی حضرت عثمان سے مخالفت اس قدر نمایاں تھی کہ ان کے عزیز و قریب ان کا مدینہ میں رہنا اس نازک وقت میں مناسب نہ سمجھتے تھے مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کا کہ وہ قتل کی سازش میں شریک تھے کوئی ثبوت نہیں ہے (تحقیق مزید ص ۸۴) یہ تو شیعوں کا عقیدہ ہے کہ

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ آپس میں دشمن تھے۔

کیا نقشبندی مجددی قاضی صاحب موصوف بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ آپ شیعیت کی تو واضح تردید کرتے ہیں لیکن محمود احمد عباسی کے خلاف کچھ نہیں لکھتے؟ کیا کچھ دال میں کالا کالا ہے۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب

نقیب ختم نبوت ذی قعدہ کے زیر بحث مضمون کے آخر میں قاضی درویش صاحب لکھتے ہیں:۔ حضرت امیر شریعت کے ساتھ بے لوث محبت اور قبلہ حضرت صاحب کندیاں شریف کے ارشاد کی تعمیل میں فقیر نے محنت اور کوشش سے یہ مضمون لکھا ہے۔ اللہ پاک اس محنت کو قبول فرمائیں۔ آمین (صـ۳۶)

تبصرہ

یہ ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت صاحب کندیاں شریف والوں سے آپ نے کس مضمون کی اجازت مانگی، اور انہوں نے حکم فرما دیا۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح آپ نے امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی بے لوث محبت کے جذبہ سے حمایت یزید میں یہ مضمون لکھا ہے اسی طرح حضرت مولانا خان محمد صاحب کے حکم کی بھی تعمیل کی ہو گی۔ حالانکہ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے تو لاہور ہائی کورٹ میں یہ بیان دیا تھا کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا۔" (مقدمات امیر شریعت صـ۲۵۷ مرتبہ ابن امیر شریعت مولانا حافظ سید عطاء المنعم صاحب ابو معاویہ ابوذر بخاری) یہ حوالہ میں نے خارجی فتنہ حصہ دوم (البحث فسق یزید) حاشیہ صـ۱۳۷ میں درج کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر شریعت اپنی ایک فارسی نظم میں لکھتے ہیں ؎

ہر کہ بدگفت خواجہ مارا۔ نیست او بے گمان یزید پلید (شاہ جی کے علمی و تقریری جواہر پارے صـ۱۴۸ در مدح خواجہ غلام فریدؒ) یہ حوالہ خارجی فتنہ حصہ دوم صـ۶۰۳ پر بھی لکھ دیا ہے

نقشبندی صاحب کی یہ عجیب و غریب نوعیت کی محبت ہے کہ حضرت امیر شریعت تو یزید کو فاسق اور پلید قرار دیں اور آپ یزید کو صالح و عادل ثابت کرنے کے لئے خون پسینہ ایک کر دیں۔ کیا اسی کا نام منافقت نہیں ہے۔ اسی طرح نقشبندی صاحب نے حضرت صاحب کندیاں شریف کے حکم کی بھی تعمیل کی ہو گی۔ نقشبندی درویش صاحب نے یزید کی حمایت میں کندیاں شریف والوں کی کوئی تحریر

نہیں پیش کی۔ حالانکہ ہمارے پاس ان کی حسب ذیل تحریر موجود ہے جو انھوں نے جناب قاری شیر محمد صاحب علوی کو بھیجی تھی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ سلام مسنون کے بعد گذارش ہے کہ یزید کے متعلق اکابرین امت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا موقف جس کی ترجمانی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی فرما رہے ہیں۔ اس کو صحیح سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قائم رکھے۔ اور اسی زمرہ میں محشور فرمائے۔ آمین۔ والسلام فقیر خان محمد عفی عنہ از خانقاہ سراجیہ۔ ۱۷ رجب ۱۴۰۲ھ (وقائع صحابہ صٓ۲ مؤلفہ خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ)

چکوال میں حضرت مولانا خان محمد صاحب کی تشریف آوری

گزشتہ رمضان المبارک میں (۶ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ ۲ اپریل ۱۹۹۰ء) حضرت مولانا خان محمد صاحب زید مجدہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف چکوال میں میرے پاس تشریف لائے تھے۔ میں نے دار العلوم عزیزیہ بھیرہ میں دو سال ھدایہ شریف، مشکوٰۃ شریف حماسہ اور حمد اللہ وغیرہ درس نظامی کی بڑی بڑی کتابیں پڑھی تھیں (اس وقت دار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگویؒ رحمۃ اللہ علیہ تھے) بھیرہ سے فراغت کے بعد ہی میں دار العلوم دیوبند چلا گیا تھا۔ مولانا خان محمد صاحب موصوف میری موجودگی میں دار العلوم عزیزیہ میں ابتدائی کتب پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ رمضان مبارک کی اس ملاقات میں حضرت مولانا موصوف نے خود ہی یہ فرمایا تھا کہ آپ اس وقت بڑی کتابیں پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا موصوف ملکی نازک حالات کے پیش نظر ایک خاص مشورہ کرنے کے لئے آئے تھے اور انہوں نے دوسرے حاضرین کو اٹھا کر تنہائی میں مشاورت کی تھی۔ رمضان مبارک میں تو مولانا موصوف زید مجدہم مجھ کو دینی مشورہ کے لئے قابل اعتماد سمجھتے تھے لیکن اس کے بعد انہوں نے نقشبندی صاحب موصوف کو یزید کے بارے میں میرے پیش کردہ موقف کے خلاف بلکہ اپنی سابقہ تحریر کے خلاف لکھنے کا حکم فرما دیا۔ کیا یہ بھی حضرت صاحب کندیاں شریف سے بے لوث محبت کی آڑ میں ہو رہا ہے۔

عبرت عبرت عبرت عبرت

حق چار یار جنتری

زیر بحث ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" میں ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن صاحب بخاری نے ایک مضمون بعنوان "چک والی فتنہ

رفض اور باطنیت کا نیا روپ" لکھا ہے۔ اس میں میرے خلاف اپنے سابقہ مضامین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :- میری اس گفتگو سے "چک والی فتنہ" کے ارکین بڑے چیں بہ جبیں ہوئے اور میرے خلاف طوفان بدتمیزی بپا کر دیا۔ میں نے سکوت کا ارادہ کیا۔ مگر مظہر حسین صاحب نے اپنے داماد کو سامنے لا کھڑا کیا اور برخوردار نے حق دامادی ادا کر دیا۔ ان لوگوں کی ژاژخائی اور یاوہ گوئی کے جواب میں میرے لئے رحمت الٰہی ... بن گئی اور خانقاہ سراجیہ کندیاں سے موجودہ اکابر اس مسلک حق کے اظہار پر کمر بستہ ہو گئے اور هل من مبارز کا پکارتے ہوئے میدان تحقیق میں سامنے آ گئے جو فقیر عطاء المحسن نے لکھا اور بیان کیا۔ میرے بزرگ حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین صاحب مدظلہ نے ایک وقیع مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ قارئین مطالعہ فرمائیں اور "چک والی فتنہ" کے بانی و ارکین بھی۔ (ص ۹/۱)

حقیقت حال

مولانا سید عطاء المحسن نے میرے پیش کردہ مسلک کے خلاف ۲۱/ مارچ ۱۹۸۸ء کو بمقام بھوئی گاڑ ضلع راولپنڈی تقریر کی تھی جو ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان ۲۱/ مارچ ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی تھی (جس کے رد عمل میں) الخ

حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب (مخدوم پور) نے ایک رسالہ بعنوان "جاہلانہ جسارت" شائع کیا۔ بعض احباب نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ ماہنامہ حق چار یار لاہور میں نقیب ختم نبوت کا جواب آنا چاہیئے لیکن میں نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا۔ اور نہ ہی میری کوئی آئندہ کے لئے خواہش تھی کہ سید عطاء المحسن صاحب کے جواب میں کچھ لکھوں۔ کیونکہ ان کی تقریر و تحریر کا جو انداز ہے میں اس کے جواب کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے داماد مولوی عبدالحق صاحب بشیر سلمہ (ابن حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) کو نہ "حق چار یار جنتری" میں جواب لکھنے کی کوئی رائے دی ہے اور نہ ہی اجازت اور نہ ہی میں چاہتا تھا۔ انہوں نے اپنی ہی صوابدید سے وہ مضمون لکھا ہے بلکہ باقی مضامین بھی میرے مشورہ کے بغیر شائع کئے ہیں اور عدیم الفرصتی کی وجہ سے میں اب تک سوائے ابتدائی چند صفحات کے اس جنتری کے مضامین کا مطالعہ ہی نہیں کر سکا۔ سرسری طور پر مضامین کی فہرست کچھ دیکھی ہے۔ اور مولوی عبدالحق صاحب سے جنتری کے بعض مضامین کی اشاعت

پر میں نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ (۲) مولانا قاضی شمس الدین صاحب کے زیر بحث مضمون کا جواب میں اس لئے خود لکھ رہا ہوں کہ ان سے باہمی اختلافی مسائل میں پہلے تحریری بحث ہو چکی ہے اور فسق یزید اور خطائے اجتہادی وغیرہ اہم مباحث پر ہی میں نے خارجی فتنہ حصّہ اول۔ حصّہ دوم (بحث فسق یزید) کشف خارجیت اور دفاع حضرت معاویہؓ تصنیف کی ہیں اور میں مطمئن ہوں کہ میں نے اکابر محققین اہل سنت کے مسلک کی ترجمانی کی ہے۔

یزیدی گروہ

جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کی کتاب "اظہار حقیقت" حصّہ اول وحصہ دوم کے بعض مباحث کی تردید میں خارجی فتنہ حصّہ اوّل (صفحات ۶۱۱) میں نے شائع کی تھی۔ جو علمائے اہل السنت والجماعت میں بہت مقبول ہوئی اور خصوصًا ماہنامہ بینات کراچی میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید فضلھم نے اس پر مفصل مدلل تقریظ لکھی جس کی وجہ سے مولانا سندیلوی موصوف ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن (کراچی) سے مستعفی ہو گئے تھے۔ لیکن میری کتاب کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی اختیار کر لی۔ پاکستان کے یزیدی گروہ کو اس امر کی ضرورت تھی کہ کسی دیوبندی عالم کو حمایت یزید کے مشن کی نیابت کے لئے میدان میں لایا جائے۔ چنانچہ ان کی نظر انتخاب مولانا قاضی شمس الدین صاحب درویش پر پڑی اور انہوں نے یزیدی گروہ کی قیادت ان کے سپرد کر دی۔ لیکن ان کو غالبًا یہ معلوم نہ تھا کہ ان مسائل پر یزیدی قائد موصوف اور میری تحریری بحث پہلے ہو چکی ہے یا کچھ سرسری طور پر معلوم تھا لیکن اس بات سے وہ ناواقف تھے کہ ان کے قائد تحریک قاضی شمس الدین صاحب میری کتاب "دفاع حضرت معاویہؓ" کی پوری پوری تائید کر چکے ہیں اور انہوں نے اس پر جو تقریظ لکھی ہے وہ خود ہی مجھ کو بھیج دی ہے۔ جس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔ اردو زبان کی یہ کتاب لاجواب ہے جو ترجمان اہل سنت وکیل صحابہ۔ خادم اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتھم چشتی صابری خلیفہ مجاز حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ فاضل دیوبند کی تالیف ہے ــــ حضرت قاضی صاحب مدظلہ نے اس رسالہ کو لکھ کر

کے جواب میں اور حضرت امیر معاویہ رضؓ کی براءت میں یہ معرکۃ الآراء کتاب تصنیف فرما کر مسلمانانِ اہل سنت پر احسان عظیم فرمایا ہے الخ ۵/۸۵ ۲۴

قارئین حضرات کے استفادہ کے لئے قاضی صاحب درویش موصوف کی اس تقریظ کا پورا عکس دوسرے صفحہ پر شائع کر دیا ہے ملاحظہ فرمالیں۔ علاوہ ازیں جناب موصوف نے اپنے مکتوب محررہ ۸۵-۷-۱۴ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:۔ جناب کی کتاب "دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فقیر نے مولانا سندیلوی کو بھیجی ہے اور ان سے اس پر تقریظ لکھنے کا بھی عرض کیا ہے۔ امید ہے کہ وہ خوشگوار تقریظ لکھیں گے اور اس مکتوب میں موصوف نے یہ لکھا ہے کہ:۔ مرسلہ رسالے اور دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چیدہ چیدہ ذی علم محققین کو دی ہیں سب نے بھی پسند کی ہیں وَلِلّٰہِ الحمد۔

مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے نو مبری کتاب" دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ" کی انتہائی طور پر مدح سرائی کی ہے۔ لیکن اس کے برعکس زیر بحث ماہنامہ نقیب ختم نبوت" صہ۹ پر اس کتاب کے متعلق یوں تبصرہ کیا گیا ہے کہ:۔ چکوال میں مظہر حسین نامی ایک صاحب نے رافضیوں سے متھا لگایا اور شہرت پائی۔ رافضیوں نے مظہر حسین صاحب کا ناطقہ بند کیا تو انہوں نے اپنے مخالفین سے ڈر کر اور اپنی مخالفت کم کرنے کے لئے بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) خصوصاً سیدنا معاویہ رضؓ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف وہی لب و لہجہ اختیار کر لیا جو ملا باقر مجلسی اور مسٹر خمینی کا تھا۔ اور اس یاوہ گوئی کو تحقیق کا نام دیا اور خود کو وکیل صحابہ کہنا شروع کیا۔" دفاع معاویہ رضؓ" نامی کتاب لکھی اور اس میں سیدنا معاویہ۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری۔ سیدنا عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں وہ کچھ لکھا کہ پناہ بخدا۔ میں نے اس پر گرفت کی اور آڑے ہاتھوں لے کر ایسی تنخی دی کہ مظہر حسین صاحب کے اوسان خطا ہو گئے" اب یہ فیصلہ خود مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور سید صاحب موصوف آپس میں مل کر کر لیں کہ دفاع حضرت معاویہ رضؓ کیسی کتاب ہے۔ اور ان دونوں میں سے کس کا تبصرہ صحیح ہے۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ میری کتاب کا نام " دفاع حضرت معاویہ رضؓ" ہے نہ کہ صرف " دفاع معاویہ"

سب سے بڑا جھوٹ | مولانا قاضی شمس الدین صاحب درویش نے اپنے زیر بحث مضمون

ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ :- صحیح بات تو یہ ہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب پختہ سبائی ہیں اور حُبّ ابن سبا سے سخت مغلوب ہیں اس لئے وہ جلیل القدر صحابہ پر تبرا بکتے ہیں الخ (النقیب ختم نبوت ۲۰ ذی القعدہ ۱۴۱۰ھ)

الجواب (۱) قاضی شمس الدین صاحب درویش کے نزدیک ۱۹۸۵ء میں تو بندہ ترجمان اہل سنت اور وکیل صحابہ وغیرہ تھا جیسا کہ انہوں نے دفاع حضرت معاویہؓ کی تقریظ میں لکھا ہے لیکن اب ۱۹۹۰ء میں پختہ سبائی بن گیا۔

(۲) اور ۱۹۸۵ء کے بعد بھی اپنے مکتوب ۶ ۱۱/۸۹ مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ میں بندہ کے نام تحریر فرماتے ہیں

:- مُحبِ مکرم جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ ودام لطفہ مطالعہ فرمائیں — بحمد اللہ سبحانہ طالب خیریت بخیریت ہے۔ پرسوں ایک دوست سے یہ معلوم کرکے بہت افسوس ہوا کہ ان دنوں آپ کی طبیعت سخت ناساز ہے۔ دفاع صحابہ وحضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اپنی بساط واستعداد کے مطابق جناب کی جو مساعی حسنہ ہیں۔ وہ قابل قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو آپ کا زادِ آخرت بنائے۔ زلّات کو معاف فرمائے اور آپ کو صحت کاملہ ودائمہ عاجلہ سے نواز کرتا دیر سلامت رکھے۔ آمین"

چونکہ میں ان دنوں سخت بیمار تھا اس لئے دفتر خدام اہل سنت کے ناظم حافظ عبدالوحید صاحب حنفی سے کہہ دیا کہ میری طرف سے مولانا قاضی شمس الدین صاحب سے بعد سلام مسنون یہ عرض کر دیں کہ صحتیاب ہونے کے بعد آپ کے خط کا جواب دوں گا۔ لیکن پھر میں ان کو کوئی خط نہیں لکھ سکا۔ بہرحال ان کے مندرجہ خط سے یہ تو واضح ہے کہ انہوں نے نومبر ۱۹۸۹ء میں صحابہ کرام اور حضرات اہل بیت کے متعلق میری مساعی کی تحسین فرمائی ہے۔

(۳) اس کے بعد انہوں نے ایک عنایت نامہ محررہ ۸ شوال ۱۴۱۰ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۹۰ء کو دفتر ماہنامہ حق چار یار لاہور کے پتہ پر حکیم حافظ محمد طیب صاحب کے نام ماہنامہ میں اشاعت کے لئے ایک مضمون بعنوان "ایک مضمون - چند توضیحات" بھیجا ہے جس میں لکھتے ہیں کہ ماہنامہ "حق چار یار" شمارہ شعبان ورمضان ۱۴۱۰ھ میں جناب مفتی مزمل حسین صاحب کاپڑیا کراچی کا ایک مضمون بعنوان

خاتون جنت" صفحہ ۸۰-۶۷ پر چھپا ہے۔ اس مضمون کی بعض باتیں فقیر کے مطالعہ کے مطابق اصلاح طلب ہیں۔ ان کے متعلق چند توضیحات ارسال ہیں۔ اگر جناب کے مسلک اور مزاج کے مطابق ہوں تو رسالہ "حق چار یار" میں شائع فرما دیں۔ ورنہ مضمون واپس فرما دیں۔ شکریہ

الف۔ مضمون میں ص۶۷ سطر۷ پر لکھا ہے:۔ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی کو اطلاع دیدی۔ پھر آگے سطر۱۲ پر دوبارہ اسی بات کو یوں دہرایا ہے۔ کہ:۔ یہ بچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ ان دونوں عبارتوں میں جناب مفتی کاپڑیا صاحب نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی اور سب سے چھوٹی بیٹی لکھا ہے۔ جبکہ واقعہ میں حضور علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی اور سب سے چھوٹی بیٹی سیدہ ام کلثوم تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور واضح رہے کہ سیدہ ام کلثوم سب سے چھوٹی بیٹی ہوں یا سیدہ فاطمۃ الزہراء ہم اہل سنت کے نزدیک تو اس سے ان شہزادیوں کی شان عالی میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادیاں ہونے کا شرف تو دونوں شہزادیوں کو یکساں حاصل ہے۔ اور پھر اہل سنت کے نزدیک تو چاروں بنات سید الکائنات علیہ السلام یکساں واجب الاحترام ہیں

ع ہم مرتبہ ہیں یہ بنات نبی ـــ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

لیکن چونکہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان بن عفان اموی رضی اللہ عنہ کی دوسری باوقار زوجہ محترمہ تھیں اور اسی رشتہ کی وجہ سے حضرت عثمان اموی رضی اللہ عنہ ذوالنورین بنے تھے ـــ اور چونکہ سب سے چھوٹے بچے بچی کے ساتھ والدین کو قدرتی طور سے زیادہ لاڈ اور پیار ہوتا ہے تو سبائی فاسد ذہن یہ برداشت نہ کر سکا کہ سیدہ ام کلثوم حضرت عثمان ذوالنورین اموی کی زوجہ محترمہ بھی ہوں اور پھر سب سے چھوٹی بیٹی ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی سب سے زیادہ لاڈلی اور پیاری بیٹی ہو جائیں۔ اس لئے سبائی فاسد ذہن نے سیدہ ام کلثوم کا رتبہ گھٹانے کے لئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سب سے چھوٹی بیٹی ہونے کا افسانہ تراشا اور سیدہ فاطمہ کو سب سے چھوٹی بیٹی مشہور کر دیا۔ اور سنیوں کی غفلت سے یہ روایت شہرت حاصل کر کے سنیوں میں بھی مقبول ہو گئی۔ اب حوالہ ملاحظہ ہو۔ علم انساب کے مشہور ماہر

امام ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ جو بنو امیہ کے متعلق دل میں نرم گوشہ بالکل نہیں رکھتے۔ اپنی مشہور کتاب جمهرة انساب العرب ص۱۶ طبع بیروت پر لکھتے ہیں :۔ وکان له علیه السلام من البنات زینب وھی اکبرھن وتالیتھا رقیة وتالیتھا فاطمة وتالیتھا ام کلثوم وام جمیع ولده صلی اللہ علیه وسلم حاشا ابراهیم خدیجة بنت خویلد ام المومنین۔ ترجمہ :۔ حضور علیہ السلام کی صاحبزادیوں میں ایک زینب اور یہ سب سے بڑی بیٹی تھیں اور زینب کے متصل بعد رقیہ تھیں۔ اور رقیہ کے متصل بعد فاطمہ تھیں اور فاطمہ کے متصل بعد ام کلثوم تھیں اور حضرت ابراہیم کے سوا حضور علیہ السلام کی سب اولاد ام المومنین خدیجہ بنت خویلد سے تھیں۔ رضی اللہ تعالی عنھن۔ کیوں کہ حضرت ابراہیم کی والدہ ام المؤمنین ماریہ قبطیہ تھیں۔ رضی اللہ عنہا الخ

اس مضمون کے آخر میں قاضی صاحب درویش لکھتے ہیں ـــــ اور پھر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ جناب مفتی کاپڑیا صاحب رفض کے متعلق خدانخواستہ ذہن میں کوئی نرم گوشہ رکھتے ہیں یا محض سن من سنتی ہیں ـــــ پہلی بات ہے تو شرمناک ہے کہ ایک سنی رسالہ "حق چار یار" کو اپنے مسلک اعوج کی ترویج کے لئے استعمال کر لیا ـــــ اور پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ جو مذہب رفض کے مضر مضمرات اور دسیسہ کاریوں کو سمجھنے والی باریک بین عقابی نگاہ کے مالک ہیں۔ ان کی نگاہ سے اوجھل ہو کر یہ مضمون کسی طرح پاکستان کے انتہائی سنجیدہ ماہنامہ "حق چار یار" میں جگہ پا گیا۔"

تبصرہ یہ مضمون ۹ شوال ۱۴۱۰ھ مطابق ۹-۵-۹۰ کا لکھا ہوا ہے جس کے آخر میں قاضی درویش صاحب نے میرے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کر دیا ہے کہ میں رفض کی دسیسہ کاریوں کو سمجھنے والی باریک بین عقابی نگاہ رکھتا ہوں اور ماہنامہ حق چار یار کو سنی رسالہ اور انتہائی سنجیدہ ماہنامہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہی درویش صاحب شوال کے بعد ذیقعدہ میں شائع ہونے والے ماہنامہ۔ نقیب ختم نبوت" میں میرے متعلق لکھ رہے ہیں کہ :۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب پختہ سبائی ہیں اور حب ابن سبا سے سخت مغلوب ہیں اس لئے وہ جلیل القدر صحابہ پر تبرا بکتے ہیں۔"

اس خادم اہل سنت کو پختہ سبائی کہنا اس صدی کا بہت بڑا جھوٹ ہے جس کا ارتکاب نقشبندی درویش قاضی شمس الدین نے کیا ہے۔ شوال کے گرامی نامہ میں مندرجہ تبصرہ اور پھر نقیب ختم نبوت کے ذیقعدہ کے شمارے میں اس سے متضاد دوسرا تبصرہ۔ کیا کسی ایک شخصیت کا تبصرہ ہے۔ ایک مہینہ یا اس سے بھی کم مدت میں یہ عجیب و غریب ایک ذہنی انقلاب یا کسی وقتی ہنگامی الہام کا نتیجہ ہے۔ یا قاضی شمس الدین کوئی دو ہیں۔ ایک میرے نام خطوط لکھنے والا ہے اور دوسرا نقیب ختم نبوت کا مقالہ نگار ہے امید ہے قاضی صاحب درویش اس گتھی کو سلجھائیں گے۔

رسول اللہ کی چھوٹی صاحبزادی کون ہیں

حکیم حافظ محمد طیب صاحب سلمہ کے نام مکتوب میں امام ابن حزم کے حوالہ سے قاضی صاحب درویش نے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور پیاری صاحبزادی حضرت ام کلثوم تھیں (رضی اللہ عنہا) لیکن یہ ایک قول ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت رقیہ چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ چنانچہ البدایہ والنھایہ جلد ۵ باب ۵۷ میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بھی درج کی ہے کہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے لڑکے قاسم تھے پھر زینب پھر عبداللہ پھر ام کلثوم پھر فاطمہ پھر رقیہ الخ۔ موصوف قاضی درویش صاحب اس روایت کو وہ کیوں نظر انداز کر گئے۔ اور البدایہ میں ہی ایک یہ بھی روایت ہے کہ :۔ راوی بیان کرتا ہے پھر آپ کے ہاں زینب پیدا ہوئی پھر رقیہ پھر قاسم پھر طاہر پھر مطہر پھر طیب پھر مطیب پھر ام کلثوم پھر فاطمہ۔ اور حضرت فاطمہ سب سے چھوٹی تھیں۔ (ایضاً البدایہ والنھایہ۔ مترجم باب ۵۷۔ ص ۵۲۷) قاضی موصوف عموماً البدایہ والنھایہ کی عبارتیں استدلال میں پیش کیا کرتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ ابن کثیر کی یہ روایت آپ کے لئے کیوں قابل قبول نہیں۔

۲۔ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت لکھتے ہیں۔

۱۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری دختر ہیں ۳ھ میں ان کا

نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ اس لئے ان کو ذوالنورین کا خطاب ملا۔ کیوں کہ رسالت پناہی کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سکینہ قلب بنائے گئے۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوم ص۱۰۰)

قاضی صاحب موصوف اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔ سیدۃ نساء العلمین فاطمہ علیہا السلام خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ ان کی ولادت غالباً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال ہوئی ـــــ علی رضؓ مرتضیٰ کے ساتھ سیدہ کا نکاح واقعہ بدر کے بعد اُحد سے پہلے ہوا تھا۔ (ایضاً ص۱۰۸)

قاضی صاحب منصور پوری نے حضرت فاطمۃ الزہرا کے نام کے ساتھ علیہا السلام لکھا ہے۔ ممکن ہے قاضی درویش صاحب اس کو ہدف تنقید بنائیں کیونکہ انہوں نے سرکاری سکولوں میں پنجاب ٹیکسٹ بورڈ کی طرف سے معاشرتی علوم کی چوتھی جماعت کی کتاب پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب کے ص۱۷ سے ص۳۴ تک حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے ناموں کے بعد دعائیہ کلمہ رضی اللہ عنہ کے بجائے رضی اللہ عنہ کا مخفف (رض) لکھا ہے ـــــ لیکن اس کتاب میں ص۳۵ سے جب حضرت علیؓ کا تذکرہ آیا تو آپ کے نام کو جلی قلم سے اس طرح لکھا گیا۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام۔ اور پھر آگے خوب پھیلا کر لکھا گیا کہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد تھے اور حضرت فاطمہ علیہ السلام کے شوہر نامدار تھے" (عجمی سازش ص۱ ناشر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ ضلع سرگودہا) لیکن یہ بات بھی نہایت تعجب خیز ہے کہ خود قاضی درویش صاحب موصوف بھی حضرت فاطمہ کے نام کے ساتھ سلام اللہ علیہا لکھتے ہیں :۔ ابن زیاد کے اقتدار کے حلیف بن کر سبائی اشتریوں نے ابن زیاد سے عہدے بھی لئے اور مال بھی کمایا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی اکلوتی نسل سیدنا حسین کو ظلماً و قہراً شہید بھی کر دیا۔ اور یزید کو قیام قیامت تک مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے" (زیر بحث ماہنامہ نقیب ختم نبوت ص۲۷ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ جون ۱۹۹۰ء)

(۴۷) حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :ـــ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں ـــــ ایک قول کے بموجب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ اور ایک قول

سے سیدہ رُقیہ اور ایک قول سے ام کلثوم رضی اللہ عنھن سب سے چھوٹی تھیں۔ (مدارج النبوۃ مترجم جلد دوم ص۴۸۷)

(۴) امام قسطلانی محدث لکھتے ہیں:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ اولاد جن پر علماء کا اتفاق ہے ان میں سے چھ ہیں ان سب سے پہلے حضرت قاسم ہیں اور آخر حضرت ابراہیم ہیں۔ اور آپ کی چار صاحبزادیاں ہیں بڑی زینب ہیں اور حضرت رُقیہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ ان سے اصغر ہیں یہ صحیح قول ہے (ترجمہ مواہب لدینہ ص۲۳۱) گو بعض اقوال حضرت رقیہ یا حضرت ام کلثوم کی چھوٹی صاحبزادی ہونے کے بارے میں بھی ہیں لیکن صحیح قول وہی ہے جو امام قسطلانیؒ نے لکھا۔ حوالجات اور بھی ہیں لیکن فی الحال انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۵) سب سے اہم حوالہ تو یہ ہے کہ خود قاضی شمس الدین صاحب نے بھی حضرت فاطمۃ الزہراء کو آخری صاحبزادی لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔ حضور علیہ السلام کی چار صاحبزادیوں میں سے تین شہزادیوں سیدہ زینب۔ سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم کی شادی خاندان بنو عبشم کے حضرت ابو العاص عبشمی اور حضرت عثمان عبشمی سے ہوئی تھی۔ آخری شہزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء حضرت علیؓ کے گھر میں تھیں الخ (عجمی سازش ص۲)

فرمایئے۔ یہاں آخری شہزادی حضرت فاطمۃ الزہراء کو قرار دیا۔ اور یہی جمہور کا مسلک ہے اس سے یہی معلوم ہوا کہ قاضی شمس الدین صاحب کوئی دو ہیں ایک اصلی ہیں اور ایک نقلی صورت ہے لیکن معلوم نہیں کہ ان میں سے لکھنے والے اصلی کون ہیں۔ اور نقلی کون۔

فی الحال حوالہ کتاب یاد نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے زیادہ پیار تھا۔ کیوں کہ چھوٹی اولاد زیادہ پیاری ہوتی ہے۔

افضلیتِ حضرت فاطمہؓ

حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں اپنی اپنی فضیلت رکھتی ہیں اور جنتی ہیں۔ لیکن ان میں سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مخصوص فضائل ہیں اور وہ اپنی بہنوں سے افضل ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ

(بخاری شریف ۔ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنقبۃ فاطمۃ علیہا السلام بنت النبی صَلَّی اللہ علیہ وَسَلَّمْ) :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے"۔ اور اس حدیث کی بناء پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خاتون جنت کہا جاتا ہے۔ چنانچہ قاضی شمس الدین صاحب موصوف بھی اپنے اس مکتوب محررہ ۸ شوال ۱۴۰۱ھ میں لکھتے ہیں :۔ اگر صحیح روایات سے حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی جنتی بی بی تعریفیں ثابت ہوں چشم ماروشن دل ماشاد ۔

(۲) عن المِسوَر بن مخرمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاطمۃ بضعۃ منی فمن اَغضبھا اغضبنی ۔ (ایضاً بخاری باب منقبۃ فاطمۃ علیہا السلام) :۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا ۔

(۳) عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حَسْبُکَ مِن نساءِ العلمین مریم بنت عمران ۔ وخدیجۃ بنت خویلد وَ فاطمۃ بنت محمد و آسیہ امرأۃ فرعون ۔

(رواہ الترمذی) (کتاب الفتن باب فی مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم) :۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہان بھر کی عورتوں میں فضیلت کے لئے تجھے یہ چار عورتیں کافی ہیں ۔ مریم ۔ خدیجہ ۔ فاطمہ ۔ آسیہ ۔ اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔ وذکر عائشۃ دریں حدیث منکر د از جہت اکتفا کردن بذکر وے در احادیث دیگر"۔ اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ ان کا ذکر دوسری احادیث میں موجود ہے ۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ :۔ وفضل عائشۃ علی النساءِ کفضل الثرید علی سائر الطعام (متفق علیہ) (مشکوۃ شریف باب بدءِ الخلق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ کو باقی عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو باقی کھانوں پر ہے) علامہ علی قاری محدث حنفی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :۔ والاظہر انھا افضل من جمیع النساء کما ھو ظاھر الاطلاق من حیث الجامعیۃ للکمالات العلمیۃ

والعملية الخ (مرقاة شرح مشکوٰۃ جزء ۱۱- باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

:- اور زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ تمام عورتوں سے افضل ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے اس حیثیت سے کہ آپ کو علمی و عملی کمالات کی جامعیت حاصل ہے بہرحال مختلف احادیث کی بنا پر شارحین حدیث نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت خدیجہ حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ میں سے افضل کون ہے لیکن احادیث کی روشنی میں اتنا تو ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور پاک بیویوں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور ان کے درجات اور مراتب مختلف ہیں لیکن تعجب ہے کہ قاضی درویش صاحب اپنے پیش کردہ حسب ذیل مصرعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو ہم مرتبہ قرار دیے رہے ہیں۔ ع:- ہم مرتبہ ہیں یہ بنات نبیؐ۔ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں۔

چاروں صاحبزادیوں کو ہم مرتبہ قرار دیتے ہیں غالباً قاضی درویش صاحب موصوف کا یہ مقصود ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء کی جو فضیلت مشہور ہے اس کو مجروح کیا جائے وہ اپنے مخصوص ذہن کی وجہ سے یہ سمجھتے ہوں گے کہ جو محدثین و محققین اہل السنت والجماعت کسی درجے میں بھی حضرت فاطمۃ الزہراء کی افضلیت کے قائل ہیں وہ سبائی پروپیگنڈے سے متاثر ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا موصوف تمام صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی ہم مرتبہ قرار دیتے ہیں۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم مرتبہ قرار دینے کی کیا علت ہے۔ مندرجہ مصرعہ انہوں نے مولانا ظفر علی خان مرحوم کے اس شعر سے چرایا ہے۔ ؎

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر عثمان و علی۔ ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں
دوسرے مصرعہ سے چونکہ اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ مجروح ہوتا ہے کہ چاروں خلفاء راشدین کی باہمی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب سے ہے۔ یعنی ان میں سب سے افضل خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان ذوالنورین اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ اس لئے بعض علماء نے اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں اس طرح اصلاح کر دی ؎

ہم مسلک ہیں یاران نبی ہے فرق نگران چاروں میں۔

اموی اور ہاشمی قاضی شمس الدین صاحب نے اسی مذکورہ زیر بحث مکتوب میں حدیث فاطمہ بضعۃ منی کے تحت یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت بخاری شریف باب فضائل المہاجرین کے باب ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے داما دوں کے ذکر میں یہ باب ہے) کی وہ حدیث ہے جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت علی رضؓ نے حضرت فاطمہ کی زندگی میں ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا اور اس سے حضرت فاطمہ کو سخت رنج پہنچا تو حضور علیہ السلام نے تمام صحابہ کو مسجد میں جمع کیا اور خود منبر شریف سے ایک اہم خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں حضور علیہ السلام نے اپنے سب سے پہلے داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع عبشمی رضی اللہ عنہا کی بہت تعریف فرمائی اور اسی خطبہ میں تقابلی طور پر حضرت علی ہاشمی رضی اللہ عنہ سے جو حضور علیہ السلام کے ربیب (پرورده) بھی تھے اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا اور اسی خطبہ کی وجہ سے حضرت علیؓ نے بنت ابوجہل سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دیا تھا۔ خلیفہ راشد چہارم امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنی قلبی فرط عقیدت کی وجہ سے ہم نے اس سے زیادہ تفصیل لکھنی مناسب نہیں سمجھی جو حضرات زیادہ تفصیل دیکھنا چاہیں وہ بخاری شریف جلد اول سے مذکورہ بالا حدیث تلاش کر کے پوری عبارت دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح حضور علیہ السلام نے اپنے سب سے پہلے اموی داماد حضرت ابوالعاص عبشمی کی دل کھول کر تعریف فرمائی اور مقابلے میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا کس ناگواری سے تذکرہ فرمایا ہے الخ

تبصرہ (۱) بخاری شریف کی مذکورہ حدیث حسب ذیل ہے — ان المسور بن مخرمۃ قال انّ علیاً خطب بنت ابی جہل فسمعت بذلک فاطمۃ فاتت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یزعم قومک انک لاتغضب لبناتک وھٰذا علی ناکح بنت ابی جہل فقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فسمعتہ حین تشہد یقول اما بعدُ انکحتُ اباالعاص بن الربیع فحدثنی وصدّقنی وانّ فاطمۃ بضعۃ منی وانی اکرہ ان یسوٴھا واللہ لا تجتمع بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبنت عدو اللّٰہ عند رجل واحد فترک علیّ الخطبۃ۔ وزاد محمد بن عمرو بن حلحلۃ عن ابن شہاب عن علی عن مسور سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکر صہراً لہ من بنی عبد شمس فاثنی علیہ فی مصاھرتہ ایاہ

ناحن قال حدثنی فصدقنی و وعدنی فوفی لی"۔ حضرت مسورؓ بن مخرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا۔ یہ خبر حضرت فاطمہؓ نے سن لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ آپ کی قوم کا یہ خیال ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے بارے میں غصہ نہیں کرتے۔ اور یہ حضرت علیؓ ہیں جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور میں (یعنی حضرت مسور) آپ کی بات سن رہا تھا۔ آپ نے توحید و رسالت کی شہادت دی اور پھر فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں دیدی تھی۔ پھر اس نے میرے ساتھ جو بات کہی وہ سچی کی۔ اور فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے اور جو بات اس کو بری لگے میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ قسم بخدا۔ ایک مرد کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی اکٹھی نہیں رہ سکتیں اس ارشاد کے بعد حضرت علی نے اس پیغام نکاح کو ترک کر دیا۔ اور حضرت مسور ہی کی دوسری روایت میں اتنی بات زیادہ لکھی ہے کہ:۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے اپنے ایک داماد کی دامادگی کی تعریف و تحسین فرمائی جو بنی عبد شمس میں سے تھا۔ اور فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کہی اس کو سچا کر دیا اور مجھ سے جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا۔

اس حدیث میں نہ مسجد کا ذکر ہے نہ منبر کا۔ اور نہ ہی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اصحاب کو جمع کیا۔ یہ موصوف کا اپنا اضافہ ہے اور انہوں نے قارئین کو جو ترغیب دی ہے کہ وہ پوری روایت خود دیکھ لیں۔ تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کے ظاہر کرنے میں حضرت علی المرتضیٰ کی تنقیص پائی جاتی ہو۔

(۲) حضرت ابوالعاص نے کیا وعدہ کیا تھا۔ جس کو پورا کر دیا۔ تو اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی محدثؒ فرماتے ہیں۔ وقد اُسر ابوالعاص ببدر مع المشرکین و فدته زینب فشرط علیه النبی صلی الله علیه وسلم ان یرسلها الیه فوفی له بذالك۔ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۶۸):۔ غزوہ بدر میں دوسرے مشرکین کے ساتھ (حضرت) ابوالعاص (متوفی ۱۲ھ) بھی قید کر لئے گئے تھے ان کا فدیہ حضرت زینبؓ نے ادا کیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ شرط لگائی کہ وہ (حضرت) زینبؓ کو آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ پھر ابوالعاص نے اس شرط کو پورا کر دیا بیشک

حضرت ابوالعاص کا وفائے عہد قابل تحسین امر ہے اور حضرت علی المرتضیٰ کی اس خواہش نکاح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اس کی وجہ بھی بیان فرمادی اور حضرت علی المرتضیٰ نے آپ کے ارشاد کی تعمیل بھی کر دی کہ اس نکاح کا ارادہ بالکل ترک کر دیا۔ لیکن قاضی صاحب موصوف کا ان دو داmادوں کے طرز عمل کو اس طرح تقابل کی حیثیت سے پیش کرنا کہ :۔

اس خطبہ میں حضور علیہ السلام نے اپنے سب سے پہلے داماد حضرت ابوالعاص رضؓ بن ربیع عبشمی رضی اللہ عنہم کی بہت تعریف فرمائی اور اس خطبہ میں تقابلی طور پر حضرت علی ہاشمی رضی اللہ عنہ سے جو حضور علیہ السلام کے ربیب (پرورده) بھی تھے اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا۔" اس سے موصوف کی ایک خاص بیماری کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی وہ اُموی عبشمی داماد کو ہاشمی داماد پر بحیثیت داماد ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ اور اب ان کا نرالا موضوع ہی یہی ہے کہ وہ اُموی اور عبشمی حضرات کو ہاشمی حضرات سے ممتاز حیثیت میں قوم کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ اس ذہنیت کے تحت وہ اپنے مایہ ناز کتابچہ "عجمی سازش" ص۲۴ پر رقمطراز ہیں کہ :۔ بنو عبشم حضور علیہ السلام کے خسر تھے ام المومنین ام حبیبہ عبشمیہ دختر حضرت ابوسفیان رضؓ کی وجہ سے اور اس شادی کے متعلق سورۃ ممتحنہ کی آیت عَسَى اللهُ ان يجعل بينكم تا آخر نازل ہوئی (تفسیر درمنثور اور تفسیر ابن کثیر) جب کہ کوئی ہاشمی حضور علیہ السلام کا خسر نہ بن سکا" اور پھر ص۶ کے تحت لکھتے ہیں :۔ بیعت رضوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عبشمی حضرت عثمان رضؓ کے لئے اپنے داہنے ہاتھ مبارک کو حضرت عثمان رضؓ کا ہاتھ قرار دیا تھا الخ۔ پھر ص۷ کے تحت لکھتے ہیں۔ حضرت علی کی شادی کے موقعہ پر حضرت عثمان عبشمی نے حضرت علی رضؓ ہاشمی کو چار سو درہم پیش کئے الخ (ایضاً ص۲۵) نقشبندی صاحب موصوف بنی عبشم کے احسانات کی فہرست میں یہ لکھنا بھول گئے ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ عبشمی نے فلاں فلاں غزوہ میں رسول ہاشمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتنی اتنی مالی امداد فرمائی تھی۔

یہ اُموی عبشمی اور ہاشمی کی بھول بھلیاں میں مبتلا ہو کر درویش صاحب موصوف اہل السنت والجماعت میں پھر ایک ذہنی تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ صرف نسلی بنیاد پر سوچنا اور قوم کو اس طرف لگانا شیعوں کا طریق کار ہے اور اس میں تقابلی حیثیت سے وہ زیادہ اثرانداز ہو سکتے ہیں

(۱) حضرت ابوالعاص اُموی کی جزوی فضیلت مذکورہ حدیث سے تو آپ نے پیش کر دی لیکن صحیح بخاری

ہیں حضرت علی المرتضیٰ کے جو مخصوص فضائل بلسان نبوت مذکور ہیں پیش نہیں کیئے۔ حضرت علی المرتضیٰ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ مہاجرین اولین میں شامل ہیں۔ سوائے غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں شامل ہیں۔ اصحاب بدر میں سے ہیں۔ بیعت رضوان والوں میں ہیں۔ اور پھر عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور قرآن حکیم کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔

(۳) بنی ہاشم کے جلیل القدر اصحاب میں سے حضرت علی المرتضیٰ۔ حضرت حمزہ۔ حضرت عباس جعفر۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عقیل۔ حضرت جعفر طیار۔ حضرت حسن۔ اور حضرت حسین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور خاندانی اور نسبی اعتبار سے خود سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور سوائے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ کے فتح مکہ تک کوئی اموی اور عبشمی نمایاں شخصیت صحابہ کرام میں موجود نہیں۔ بیشک حضرت عثمان ذوالنورین کے علاوہ حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم جلیل القدر صحابی ہیں اور جنتی ہیں۔ لیکن یہ دونو حضرات مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں۔ فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ شرف صحابیت کے بعد ان کی توہین کرنے والا یقیناً بدبخت ہے۔ لیکن نسلی اور نسبی حیثیت سے تو آپ ان کو دوسرے ہاشمی حضرات کے مقابلے میں شیعوں کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔ اموی تو اموی ہیں یہاں تو حضرت بلال حبشی اور حضرت صہیب رومی کو بھی وہ ارفع و اعلیٰ مقام نصیب ہوا جس سے ابولہب ہاشمی محروم رہ گیا۔ علماء پر لازم ہے کہ وہ اموی اور ہاشمی کے چکر سے نکل کر قرآن کے اس بنیادی اصول کی قوم کو تعلیم دیں کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ۔ ترجمہ: تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں بندہ وہ مکرم ہے جو زیادہ متقی ہے۔ اس آیت نے محض نسلی تفاخر کی جو جڑ کاٹ دی ہے۔ سارے ہاشمی اچھے نہیں اور سارے اموی برے نہیں۔ ان کے مراتب ایمان و تقویٰ کی بنیاد پر ہیں۔

(۴) مفتی صاحب کا پڑہا کا زیر بحث مضمون میں نے پہلے نہیں پڑھا تھا۔ لیکن قاضی شمس الدین صاحب نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی چھوٹی صاحبزادی اور حدیث فاطمۃ بضعۃ منی کی وجہ سے ان پر جو اعتراض کیا ہے غلط ہے۔ فاطمۃ بضعۃ منی بخاری شریف میں ہے۔ اور اگر شیعہ اس کی بنیاد پر حضرت صدیق اکبر پر طعن کرتے ہیں تو اس وجہ سے کیا ہم اس حدیث کو چھوڑ دیں گے۔ ہرگز نہیں۔ شیعہ کیا آیات سے غلط استدلالات نہیں کرتے۔ تو کیا آیات قرآنیہ محل اعتراض سمجھی جائیں گی

شیعہ تو حدیث قرطاس وغیرہ کی وجہ سے صحابہ کرام کو مطعون کرتے ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے مخصوص فضائل جو احادیث سے ثابت ہیں۔ ہم اہل السنت والجماعت تسلیم کرتے ہیں۔

؎ گر فرق مراتب نہ کُنی زندیقی۔ (۵) مفتی صاحب کا پڑھا موصوف نے اپنے اس زیر بحث مضمون میں جو یہ لکھا ہے کہ:۔ وہ فاطمۃ الزہراء کہ جن کے والد بحر و بر کے مالک تھے الخ

یہ محل نظر ہے کیونکہ مالک بحر و بر صرف ایک اللہ ہے۔ جو خالق کائنات ہے۔ مالک ارض و سماوات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ہیں خاتم النبیین ہیں۔ امام الانبیاؑ والمرسلین۔ سید الکائنات ہیں۔ اور اللہ وحدہٗ لاشریک کے بعد ساری مخلوق سے افضل ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن صفات خداوندی میں شریک نہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ قاضی درویش صاحب موصوف نے اس میں اعتراض نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں ایک ہی مسئلہ سمایا ہوا ہے کہ فلاں اُموی ہے اور فلاں ہاشمی ہے۔

نئے یزیدی

میں نے خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید) میں بعض نئے حامیان یزید کے نام پیش کئے تھے مثلاً شاہ بلیغ الدین وغیرہ۔ اور قاضی شمس الدین صاحب موصوف کا نام اس فہرست میں نہیں لکھا تھا۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ وہ بھی یزیدی ہیں۔ اس امید پر کہ شاید وہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی برکت سے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تحقیق کو ہی تقلیداً قبول کرلیں۔ لیکن اب تو وہ خود علمبردار یزیدیت بن کر میدان میں آگئے ہیں۔ یزیدی ٹولہ کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ میرے ساتھ تحریری بحث میں وہ زک اٹھا چکے ہیں تو ہرگز ان کو اس آزمائش میں نہ ڈالتے۔ لیکن تدبیر پر تقدیر غالب آجایا کرتی ہے ؎ تدبیر کند بندہ۔ تقدیر کند خندہ۔

درویش صاحب کیسے محقق ہیں

مولانا قاضی شمس الدین صاحب درویش نے یزیدی بحث میں مجھے لکھا تھا کہ:۔ جب حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مدینہ سے ناکام واپس گئے اور مدینہ کی صورتحال یزید کو بتائی تو یزید نے مشہور مخضرم صحابی حضرت مسلم بن عقبہ کو بلایا'' نیز یہ لکھا کہ:۔ اس فوج کے افسر اعلیٰ تو حضرت مسلم بن عقبہ تھے الخ۔ ۲۰ جمادی ۱۴۰۵ھ

چونکہ محمود احمد عباسی نے مسلم بن عقبہ کو صحابی لکھا ہے اس لئے قاضی درویش صاحب موصوف نے اس پر اعتماد کر کے لکھ دیا کہ مسلم بن عقبہ مخضرم صحابی ہے۔ میں نے ان کی تغلیط کرتے ہوئے اپنے جوابی مکتوب محررہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ میں یہ لکھا کہ:۔ مخضرم تو کوئی صحابہ کی قسم ہی نہیں

کاش کہ آپ الاصابہ (مؤلفہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ) کا خطبہ ہی دیکھ لیتے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ (القسم الثالث) فیمن ذکر فی الکتب المذکورہ من المخضرمین الذین ادرکوا الجاھلیہ والاسلام ولم یرو فی خبر قط انھم اجتمعوا باالنبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم ولا راٰہ سواءٌ اسلموا فی حیاتہ ام لا وھٰؤلاء لیسوا اصحابہ بالاتفاق من اھل العلم بالحدیث الخ:۔ اور قسم ثالث ان کی ہے جو مذکورہ کتب میں مخضرمین میں شمار کئے گئے ہیں۔ جنہوں نے جاہلیت (کفر) اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا ہے اور ان کے بارے میں کسی روایت میں یہ نہیں آیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور نہ یہ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ خواہ وہ آپ کی حیات میں اسلام لائے ہیں یا نہ۔ تو یہ لوگ بالاتفاق علمائے حدیث کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے نہیں ہیں الخ یہ ہیں قاضی صاحب درویش جو اس بحث سے پہلے مخضرم کا مطلب ہی نہیں سمجھتے تھے۔

ایک یزیدی لطیفہ

اسی عنوان کے تحت میں نے خارجی فتنہ حصّہ دوم (بحث فسق یزید) صفحہ ۳۸۳ پر لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کی منہاج السنتہ کے حوالہ سے ابن زیاد کی گستاخی کے متعلق بخاری شریف کے یہ الفاظ پہلے نقل کئے گئے ہیں کہ:۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال اتی عبید اللہ بن زیاد برأس الحسین فجعل فی طست فجعل ینکت و قال فی حسنہ شیئاً الخ یعنی حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت حسینؓ کا سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس ایک طشت (تھال) میں رکھ کر لایا گیا اور اس نے آپ کے دانتوں پر چھڑی ماری اور آپ کے حسن کے بارے میں کچھ کہا الخ حامیان یزید میں سے ایک صاحب

نے جعل ینکت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ:۔ "ابن زیاد نے آپ کی خوبصورتی کے متعلق کچھ نکتے بیان کئے" خوب کیا عجیب نکتہ سنجی ہے کہ حضرت امام حسین کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور وہ آپ کے حسن و جمال کی تعریف کر رہا ہے۔ قتل کرانے والا بھی وہی۔ سر کٹوانے والا بھی وہی اور طشت میں سر مبارک ڈلوا کر آپ کے حسن و جمال پر نکتے بیان کرنے والا بھی وہی۔

وہی قتل بھی کرے ہے ــــ وہی لے ثواب الٹا ــــــ عربی لغت کی مشہور کتاب

قاموس میں ہے :۔ النکت ان تضرب فی الارض بقضیب فیؤثر فیھا ۔ نکت اس کو کہتے ہیں کہ تو زمین میں چھڑی مار کر کریدے، اور حضرت امام حسینؓ کے کسی حصہ کو ابن زیاد کے چھڑی مارنے کا قرینہ مسند احمد بن حنبل کی روایت کے یہ الفاظ ہیں جو حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں نقل کئے ہیں (جلد ۸ صفحہ ۱۹۰) ۔فجعل فی طست فجعل ینکت علیہ ۔ پس حضرت حسینؓ کا کا سر ایک تھال میں رکھا گیا اور ابن زیاد چھڑی سے اس پر ٹھونکے مارنے لگا، یہاں علیہ کو ملحوظ رکھا جائے ۔معلوم ہوا کہ نکت کا معنی ہی چھڑی سے ٹھونکے مارنا ہے اور راویوں نے اس کا مطلب ہی واضح کیا ہے الخ۔ قارئین کی واقفیت کے لئے عرض ہے کہ مذکورہ یزیدی لطیفہ بیان کرنے والے حامیٔ یزید مولانا قاضی شمس الدین صاحب نقشبندی موصوف ہی تھے ۔میں نے پردہ پوشی کرتے ہوئے ان کا نام نہیں لکھا تھا۔ لیکن اب ان کو بے نقاب کرنے کی ضرورت پڑ گئی۔ واللہ الھادی

(۳) قاضی شمس الدین صاحب موصوف نے اپنے مکتوب محررہ یکم رجب ۱۴۰۵ھ میں یزید کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے لکھا کہ :۔ اس کی صفائی حضرت مہلب بن ابی صفرہ رضی اللہ عنہ نے دی. متولد ۸ھ متوفی ۸۴ھ جن کے سامنے یزید پیدا ہوا ۔ اور سامنے ہی فوت ہوا ۔ یہ اُمویوں کے جرنیل تھے ۔ یزید کی زندگی کے چشم دید گواہ تھے ۔ الخ۔ اس کے جواب میں اپنے مکتوب محررہ ۲۷ رجب ۱۴۰۵ھ میں بندہ نے یہ لکھا کہ

:۔۔ آپ نے مہلبؒ کو صحابی قرار دیکر تحقیق کا ایک نیا باب کھول دیا جو صدیوں سے بند تھا۔ جناب ۔۔ بخاری کی حدیث مغفورٌ لھم کی بحث میں شارحین حدیث نے المہلبؒ کا قول پیش کیا ہے ۔ یہ مہلب صحابی نہیں ہیں جن کا تذکرہ آپ نے اصابہ وغیرہ کتب میں پڑھا ہوگا بلکہ یہ مہلب بن احمد بن اُسد الاسدی بن ابی صفرہ متوفی ۴۳۵ھ ہیں ۔ اور اس کے لئے میں نے مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کی کتاب اظہار حقیقت جلد دوم ص ۸۵ پر حاشیہ کی عبارت بھی پیش کی تھی ۔ کہ مہلب جو بخاری کے شارح ہیں یہ صحابی نہیں ہیں ۔ اور ان کا سال وفات ۴۳۵ھ ہے ۔اس کے بعد میں نے قاضی درویش صاحب موصوف سے خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

حضرت ۔ آپ اس قسم کی اپنی جدید تحقیقات کو کہیں شائع نہ کر دیں کہ پھر روافض سے

کو خلاصی مشکل ہو جائے گی الخ یہ ہیں ہمارے محقق درویش جو نقیب ختم نبوت کے دفاع میں هل من مبارز کا نعرہ مارتے ہوئے قلمی معرکہ میں کود پڑے ہیں۔ موصوف کی اور بھی اسی طرح کی من گھڑت تحقیقات ہیں جن کو ہم بخوف طوالت نظرانداز کرتے ہیں۔

یزید سے محبت اور مناسبت بھی نہیں درویش

درویش صفت قاضی صاحب موصوف مجھے اپنے مکتوب محررہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ میں لکھتے ہیں — نقیر کو بحمد اللہ یزید کے ساتھ قطعاً کوئی لگاؤ یا مناسبت نہیں ہے۔ سیدنا حضرت امام حسینؓ کی جوتیوں میں بیٹھنے کی سعادت بھی اگر یزید کو حاصل ہو جاتی تو یہ اس کا شرف ہوتا۔۔۔۔ اسی طرح یزید کے والد اور دادا باوجود جلیل القدر صحابی ہونے کے خلیفہ راشد چہارم امیر المومنین سیدنا حضرت علی کے فضائل و سوابق کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے اور یہی از صدر اول تا امروز تمام مسلمانان اہل سنت کا عقیدہ ہے ——— اور پھر یزید قرن اول کے طبقہ علیا کے تابعین کا فرد ہے۔ اور غزوہ قسطنطنیہ کا قائد ہو گزرا ہے الخ

(۲) اور پھر اپنے مکتوب یکم رجب ۱۴۰۵ھ میں لکھتے ہیں:۔ فقیر نے پہلے بھی لکھا تھا کہ بحمد اللہ فقیر کو یزید سے کوئی مناسبت یا محبت نہیں تاہم وہ مومن تو تھا اس لئے اس کی عزت کا سبائیوں کے مسموم حملوں سے تحفظ مناسب سمجھتا ہے اور بس۔ کیونکہ اس کی مذمت اور فسق کو آڑ بنا کر ناسمجھ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتے ہیں اور پھر حضرت عثمان تک جا پہنچتے ہیں الخ

(۳) موصوف مکتوب (محررہ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۸۵ء میں لکھتے ہیں:- سیدنا حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ سے کوئی مقابلہ نہیں۔ اور نہ ہمارا حضرت معاویہؓ سے کوئی مقابلہ ہے۔ اور یزید کا تو حضرت حسینؓ کے مقابلے میں ذکر بھی بے ادبی ہے"۔

تبصرہ میں نے درویش صاحب موصوف کے مکتوب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ کے جواب میں لکھا کہ حضرت آپ نے یہ بھی عجیب بات فرمائی۔ جب آپ یزید کو صالح اور عادل مانتے ہیں اور اس کا دفاع بھی بہر حال کر رہے ہیں تو پھر عدم مناسبت اور عدم تعلق کا کیا مطلب، بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست۔ ایک صالح اور عادل خلیفہ سے تو شرعاً لگاؤ اور مناسبت ضروری ہے"۔

درویشانہ چال قاضی شمس الدین صاحب درویش ادھر تو یہ لکھ رہے ہیں کہ مجھے یزید سے

محبت نہیں اور نہ ہی مناسبت ہے۔ اور باوجود اس کے یزید کے مناقب میں ماہنامہ نقیب ختم نبوت" کے مضمون میں کتنے صفحات سیاہ کر رہے ہیں۔ اور جواب الجواب میں بھی عجیب و غریب لطائف پیش کرتے ہیں مثلاً ——— حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری نے "جاہلانہ جسارت" میں امیر شریعت کا یہ قول پیش کیا تھا کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا" تو اس کے جواب میں درویش صاحب موصوف بعنوان یزید کے نام کی بحث" لکھتے ہیں :——— اپنی جاہلانہ جسارت کے ص ۱۳ پر مولوی امین صاحب نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک روایت منسوب کی ہے کہ آپ نے فرمایا :— کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا اور یہ بھی کہ حضرت امیر شریعت نے یزید کو پلید کہا ہے"۔ یزید کا لفظ کوئی ایسا نجس اور ناپاک لفظ تو نہیں جو زبان پر ہی نہ لایا جا سکے۔ خود قرآن میں جا بجا یہ لفظ اپنے لغوی معنی اور صیغہ مضارع واحد مذکر غائب میں آتا ہے۔ مثلاً یزید فی الخلق ما یشاء ..... اور یزیدھم من فضلہ وغیرہ۔ پھر سینکڑوں صحابہ کرام۔ تابعین۔ تبع تابعین۔ محدثین اور اولیاء یزید نام کے ہو گزرے ہیں (تفصیل کے خواہشمند حضرات کتب اسماء الرجال۔ فصل الیاء میں یزید نام تلاش کر لیں۔ اصل بات تو وہی ہے جو ہم واضح کر آئے ہیں کہ ایرانی سبائیوں نے نہایت منصوبہ بندی سے بنو امیہ کے متعلق عموماً اور حضرت امیر معاویہ رض اور یزید کے متعلق خصوصاً گالی گلوچ کا جو عالمگیر طوفان بپا کیا اس کا مقصود ہی یہ تھا کہ معاویہ رض و یزید کے ناموں کو گالی بنا دیا جائے الخ

(نقیب ختم نبوت ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ ص ۳۵)

تبصرہ (۱) درویش صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی امین صاحب نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک روایت منسوب کی ہے" ویسے ہی یہ روایت منسوب نہیں کی گئی بلکہ یزید کے بارے میں مذکورہ الفاظ حضرت امیر شریعت کے اس بیان کے ہیں جو آپ نے ہائی کورٹ لاہور میں دیا تھا۔ اور "جاہلانہ جسارت" میں ہائی کورٹ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :— خود عطاء المحسن صاحب کے والد ماجد امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نور اللہ مرقدہ نے ہائی کورٹ لاہور میں بیان دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ۔ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا" (مقدمات امیر شریعت ص ۷

مرتبہ مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری) اور یہ حوالہ درج کرنے والے بھی جناب مولانا حافظ عطاء المنعم صاحب بخاری ہیں جو سید عطاء المحسن صاحب کے بڑے بھائی ہیں۔ درویش صاحب نے قارئین کو دھوکا دینے کے لئے مندرجہ زیر بحث الفاظ کا حوالہ نہیں لکھا کہ یہ مقدمات امیر شریعت کے الفاظ ہیں۔ (۲) درویش صاحب نے لفظ یزید کی گردان شروع کردی ہے حتیٰ کہ قرآن مجید کی آیات سے لفظ یزید ثابت کیا ہے ۔ حالانکہ یہ انتہائی درجے کی درویشانہ تلبیس ہے اور العیاذ باللہ قرآن سے لفظِ یزید کی عظمت ثابت کی ہے۔ اور اسی طرح کا ثبوت پیش کیا ہے جس طرح شیعہ قرآن کی بعض آیات سے حضرت علیؓ کا نام ثابت کرتے ہیں۔

مثلاً — وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ — حالانکہ بحث لفظ یزید میں نہیں ہے نہ ہی ماضی اور مضارع کی بحث ہو رہی ہے بلکہ بحث یزید بن امیر معاویہؓ کی شخصیت کے بارے میں ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ ایک مقدمہ میں زیر دفعہ ۳۰۲-۱۱۷ الف - ۵۳ تعزیرات ہند گرفتار تھے۔ اس مقدمہ میں ایک سال سات ماہ ۴ دن حوالات میں رہے ۵ اپریل ۱۹۴۰ء کو ہائی کورٹ لاہور میں آپ کا بیان ہوا۔ اور انگریز چیف جسٹس سر ڈگلس ینگ نے آپ پر خود جرح کی۔ جس کی تفصیل مقدمات امیر شریعتؒ میں موجود ہے چیف جسٹس کے ایک سوال کے جواب میں سید عطاء اللہ شاہ نے کہا کہ میں نے ہرگز نہیں کہا تھا کہ انگریزوں کو اس طرح قتل کرو جس طرح یزید نے حسینؓ کی فوجوں کو قتل کیا — جہاں تک حسینؓ اور یزید کا تعلق ہے آپ کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو یزید کہا اور انگریزوں کو حسینؓ۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا۔"

(مقدمات امیر شریعت صـ۲۵)

فرمایئے درویش صاحب ہائی کورٹ کے بیان میں لفظ یزید کی بحث ہے یا اس یزید کی جس کی فوجوں نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا تھا۔ علاوہ ازیں یہاں بات ساتھیوں کے پروپیگنڈے کی نہیں ہے بلکہ بات حضرت امیر شریعت کے بیان اور ان کے الفاظ پر ہو رہی ہے۔ جو سرکاری ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ (۳) قاضی درویش صاحب نے حضرت امیر شریعت کے مذکورہ الفاظ کی ایک عجیب و غریب تاویل کی ہے۔ فرماتے ہیں: — اور پھر حضرت امیر شریعت کے اس جملہ سے

محض بیان واقعہ بھی تو مقصود ہو سکتا ہے کہ آج اذہان اس قدر مذموم ہو چکے ہیں کہ کوئی مسلمان یزید نام رکھنے کا روادار نہیں"۔ (النقیب ص۳۶) ہائیکورٹ کے مذکورہ بیان میں یہ تاویل چل نہیں سکتی، کیوں کہ امیر شریعت نے یزید کی شخصیت سے اپنی بیزاری کے اظہار کے لئے یہ الفاظ فرمائے ہیں اور اس کی دلیل آپ کا یزید کے بارے میں ایک شعر بھی ہے جس کے بارے میں "جاہلانہ جسارت" ص۱۳ پر یہ لکھا ہے:۔ علاوہ ازیں امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فارسی نظم میں یہ شعر بھی لکھا ہے:۔ ہر کہ بد گفت خواجۂ مارا۔ ہست او بیگماں یزید پلید۔

فرمائیے اب کوئی درویشانہ تاویل یہاں کارگر ہو سکتی ہے۔ امیر شریعت کی یہ نظم "کتاب حضرت امیر شریعت کے علمی اور تقریری جواہر پارے ص۱۴۸ پر منقول ہے اور اسی کتاب کے ص۱۰ پر لکھا ہے کہ۔ ایک شیعہ مولوی آپ کی خدمت میں آئے۔ جب وہ چلے گئے تو:۔ حاضرین میں سے کسی نے مزاحاً کہا کہ شاہ صاحب۔ آپ نے حافظ صاحب کی بڑی آؤ بھگت کی۔ شاہ جی نے دونو ہاتھ فرش پر ٹکا کر گردن جھکا دی اور آہ بھر کر فرمایا۔ ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کیلئے جو بھی ہمارا ساتھ دیگا میں اس کا پانی بھرنے کو تیار ہوں۔ شاہ جی نے سر اٹھایا تو ایک دوسرے صاحب نے ازراہ تفنن کہا۔ شاہ جی مجھے تو اس میں ایک اور پہلو بھی نظر آتا ہے۔ شاہ جی نے دریافت فرمایا۔ کیا اس نے کہا۔ سید کوئی بھی ہو اندر سے آدھا شیعہ ہوتا ہے۔

شاہ جی نے قہقہہ لگایا اور فرمایا.... مگر تجھے یہ معلوم نہیں کہ جو سُنی ہونے ہوئے اندر سے سادات کا دشمن ہو وہ پُورا یزید ہوتا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شاہ جی یزید سے متنفر تھے۔ باقی رہی قاضی صاحب درویش کی یہ بات کہ:۔ حضرت امیر شریعت فنِ خطابت کے بادشاہ تھے۔ مجاہدین آزادی کے قائد سالار تھے۔ بزرگان دین میں بہت ممتاز تھے۔ لیکن مورخ اور محقق نہیں تھے (النقیب ص۳۶)

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ مورخ اور محقق ہیں؟ آپ کا مورخ اور محقق ہونا تو آپ کے پیش کردہ خطوط سے ہی معلوم ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام اکابر دیوبند۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کا خاندان۔ اور ان سے پہلے امام ربانی مجدد الف ثانی اور جمہور محدثین متکلمین اور مورخین

یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک ان میں کوئی بھی مؤرخ اور محقق نہیں ہے
آپ کی اصطلاح میں یہ سارے سُن مُن ہی ہیں ــــ ایک آپ ہی ہیں، آپ کے چند حواری
جو ہوشمند اور دانشور ہیں۔ آپ حافظ ابن کثیر کو مؤرخ اور محقق مانتے ہیں۔ لیکن یزید کے
بارے میں ان کا مسلک وہی ہے جس سے آپ پریشان ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں۔ بل قد کان فاسقاً (البدایہ والنہایہ ص۲۳۲ ج۸) :۔ بلکہ یزید
یقیناً فاسق تھا۔ اور مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون کے نزدیک دورِ صحابہ میں بھی فسق یزید متفق
علیہ تھا چنانچہ لکھتے ہیں :۔

مگر حضرت حسینؓ کا معاملہ یہ ہے کہ جب اس دور کے تمام لوگوں کے نزدیک یزید کا فسق
ظاہر ہو گیا تو کوفہ سے اہل بیت کے حامی لوگوں نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہاں تشریف
لے جائیں تو وہ ان کے مقصد کو قائم کریں گے (اس وجہ سے) حضرت حسینؓ کی رائے ہوئی کہ
یزید کے فسق کی وجہ سے اس کے مقابلے میں نکلنا تو متعین ہو گیا۔ اور خصوصاً جبکہ آپ کو اس پر طاقت
بھی حاصل ہے اور آپ نے اپنے متعلق یہ گمان کیا کہ وہ اس کی اہلیت بھی رکھتے ہیں۔ اور آپ
کے پاس اس کے لئے قوت و شوکت بھی ہے۔ مگر اہلیت تو اس سے بھی زیادہ تھی جس کا آپ
کو گمان تھا۔ لیکن طاقت و شوکت کا اندازہ لگانے میں آپ سے غلطی ہو گئی الخ

(مقدمہ ابن خلدون) مترجم جلد دوم) اور ابن خلدون عربی متن جلد اول کے الفاظ یہ ہیں
واما الحسین فانہ لما ظہر فسق یزید عند الکافۃ من اھل عصرہ الخ (ص۲۱۲)
فرمایئے۔ کیا آپ مؤرخ ابن خلدون کی یہ تحقیق مانتے ہیں ؟۔

خارجی فتنہ حصّہ دوم (بحث فسق یزید) میں فسق یزید پر مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے اور
یزیدی جو استدلال پیش کرتے ہیں ان کا بھی ابطال کر دیا گیا ہے، اور انشاءاللہ اس مضمون کی
قسط دوم میں قاضی درویش صاحب موصوف کے ان دلائل پر مزید تبصرہ کیا جائے گا جو نقیب
ختم نبوت کی زینت بنائے گئے ہیں۔

یزیدی جونک قاضی شمس الدین صاحب درویش اپنے مکتوب محررہ ۲۸ جمادی الاولیٰ
۱۴۰۶ھ مطابق ۹ر فروری ۱۹۸۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ آپ نے اس تازہ مکتوب میں فقیر کے

متعلق خاص فکر مندی کا اظہار فرمایا ہے کہ کہیں یزیدی آپ کا گھیراؤ نہ کرلیں" فقیر اس فکر مندی پر آپ کا شکر گزار ہونے کے بعد دینی استقامت کے لئے دعاؤں کا خواستگار ہے اور یہ بھی اطمینان رکھیں کہ بفضلہ تعالیٰ اس فقیر کو آپ کے مبینہ یزیدیوں کی جونک نہیں لگ سکتی الخ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ موصوف دور حاضر کے بعض یزیدیوں سے متنفر ہیں۔ اور ان کو یزیدی جونکیں قرار دیتے ہیں اور اپنے خطوط میں یہ بھی فرما رہے ہیں (جیسا کہ پہلے حوالہ گزر چکا ہے) کہ ان کو یزید سے کوئی لگاؤ اور محبت نہیں ہے"۔ اس سلسلے میں ہماری گزارش تو یہی ہے کہ آپ بڑھاپے کے آخری قیمتی لمحات اس شخص کے دفاع میں خواہ مخواہ صرف کریں۔ جس سے آپ کو دلی محبت نہیں ہے۔ اور غالی حامیان یزید سے یہ گزارش ہے کہ آپ اب کوئی ایسا محقق حامی یزید تلاش کریں جو دل سے یزید سے محبت رکھتا ہو ممکن ہے وہ آپ کے کام آسکے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

دیوبند سے پاکستان کا بیت الخلاء اچھا ہے (عطاء المحسن)

حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب

زید فضلھم کے کتابچہ "جاہلانہ جسارت" ص۱۳ پر بھی لکھا تھا کہ:۔ سید عطاء المحسن بخاری نے شوال ۱۴۰۳ھ بمقام تلہ گنگ ضلع اٹک مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ میں دیوبندی نہیں ہوں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میں دیوبندی نہیں ہوں (پھر پنجابی میں ارشاد فرمایا) کہ۔ "نیک بخت پاکستان دا بیت الخلاء دیوبند نالوں پاک ہے"۔ یعنی پاکستان کا بیت الخلاء دیوبند سے پاک ہے (اس تقریر کی کیسٹ ہمارے پاس موجود ہے) الخ۔

اس کے جواب میں مولانا قاضی صاحب درویش فرماتے ہیں —— محاورہ ہے۔ ساون کے اندھے کو ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے۔ ابن امیر شریعت مولانا سید عطا المحسن صاحب بخاری کے خلاف الزامات کی سابقہ فہرست سے جب قاضی جی کی تسلی خاطر نہ ہوئی تو شاہ صاحب کو مزید بدنام کرنے کے لئے لکھا کہ بخاری شاہ صاحب نے تلہ گنگ کی تقریر میں کہا کہ۔ "پاکستان کا بیت الخلاء دیوبند سے اچھا ہے"۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں۔ بیت الخلاء ہی وہ جگہ ہے جہاں مولوی محمد امین شاہ اور قاضی صاحب ایسے لوگوں کی مشکل کشائی ہوتی ہے اور ذی علم

لوگ سکون پاتے ہیں۔ ویسے چک والے لوگ خوب واقف ہوں گے کہ عربی میں بیت الخلاء کو متراح کہتے ہیں۔ یعنی راحت کی جگہ اور تمام ذی علم مسلمان راحت پانے کے بعد یہ پڑھتے ہیں۔ کہ (یقیناً مولوی محمد ابین شاہ اور قاضی صاحب بھی پڑھتے ہوں گے) غفرانک۔ الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی، ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہماری اذیت دور فرمائی اور ہمیں عافیت بخشی۔ مولوی محمد ابین شاہ اور ان کے اسوۃ الصلی صاحب فرمائیں کہ پاکستان کا اتنے فوائد والا بیت الخلاء دار الحرب ہندوستان میں مندروں اور مورتیوں کی پوجا پاٹ والے شہر دیوبند سے بہتر ہے کہ نہیں۔ بخاری صاحب نے اگر ایسا کہا بھی ہے تو دیوبند شہر کے دار العلوم کے بارے میں ہرگز نہیں کہا بلکہ اس کی حربی نسبت کی بنیاد پر ایسا کیا ہے جس کی تفصیل اسی تلہ گنگ کی تقریر میں موجود ہے لیکن برا ہو اس عداوت و بغض کا یہ آدمی کو اندھا کر دیتی ہے اس اندھے پن پر دو نو بزرگ (چک والی اور مخدوم پوری) مبارک باد کے مستحق ہیں۔ (النقیب ص ۱۹/۲۰)

الجواب۔ (۱) کیا عجیب درویشانہ نکتہ سنجی ہے قارئین محظوظ ہونگے۔ یہ موصوف کی مخبوط الحواسی کی ایک نرالی مثال ہے۔ اور دار الحرب ہندوستان میں بھی تو بیت الخلاء ہیں اور جناب درویش صاحب کو اگر وہاں جانا پڑے تو وہاں کے بیت الخلاؤں یعنی راحت گاہوں میں آرام فرمائیں۔

(۲) اگر دار الحرب ہونے کی وجہ سے مذکورہ بول نکالا ہے تو کیا دیوبند ہی کی مثال دینی ضروری تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ سید عطاء المحسن صاحب موصوف نے اس کو دار العلوم دیوبند پر ہی چسپاں کیا تھا۔ اور ان کی تقریر کے سیاق و سباق سے ہی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ تقریر میں فرمایا۔

تم بڑے مولوی بنے پھرتے ہو۔ بڑے چودھری اسلام کے ابا جان ــــ اسلام گویا کہ تمہاری اماں جان کے دودھ میں آیا اور باقی کسی کی ماں کے دودھ میں نہیں آیا۔ کوئی حق نہیں ہے تمہیں ہمیں برا کہنے کا۔ اپنی زبانوں کو کنٹرول کرو۔ روکو اپنے قلم کو۔ سات سات سو صفحے کی کتابیں لکھتے ہو اس لئے کہ تمہارے پاس سرمایہ بہت ہے۔ اپنی کتابوں بند کر والیتے ڈبے ہیں۔ اس قسم کے کبوتر ہم نے بہت سے اڑتے ہوئے دیکھے۔ اور لوگوں کے کھڈوں پر بیٹھتے اور ذبح ہوتے دیکھے۔ کتابیں لکھنے سے رعب ڈالتے ہو کیا ہو جائے گا۔ البدایہ۔ سنو مولانا کرام۔ یہ ہے البدایہ والنہایہ۔ نہ میرے باپ کی

لکھی ہوئی ہے۔ نہ کسی دیوبندی کی لکھی ہوئی ہے۔ میں دیوبندیت کو معیار اسلام نہیں سمجھتا۔ کان کھول کے سن لو۔ نہ میں بریلویت کو مدار اسلام سمجھتا ہوں نہ میں اہل حدیث کو مدار اسلام سمجھتا ہوں۔ سب ہندوستانی مذہب ہیں۔ ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ اسلام کے ماتحت اور محتاج ہیں۔ ان کے ماتحت نہیں ہے اسلام۔ اگر کچھ دیوبندیوں کو غلط فہمی ہے کہ اسلام ہمارے ماتحت ہے تو میں نہیں اس کو قبول کرتا۔ ہاں تمہاری دیوبندیت اگر اسلام کے مطابق ہوگی تو قابل قبول ہے۔ اگر تمہاری دیوبندیت اسلام سے ٹکراتی ہے تو میں قبول نہیں کرتا۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی بات رد کی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ کی حدیث کے مقابلے میں تو تمہاری دیوبندیوں کی بات رد نہیں کی جاسکتی تم دیوبندی آسمان سے پٹہ لکھوا کے لائے ہو حق و صداقت کا اور باقی حق و صداقت کائنات میں نہیں ہے واہ کیا فلسفہ ہے۔ یونہی ہیں بریلوی مولوی تمہارے پاس رسول کا لکھا ہوا ہے کہ تم حق پر ہو باقی سب باطل ہیں۔ پاگل کہیں کے۔ جاہل اکٹھے ہو رہے ہیں۔ حیوانوں والا کام کرنے کے بعد دعویٰ کرتے ہو کہ تم اسلام کے علمبردار اور اس کائنات میں تم اسلام کا پھریرا لہرانا چاہتے ہو۔ کرتوت تمہارے یہ ہیں کہ تم اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے ــــ اور تم یہ اہل حدیث بھائی تمہارے پاس تو اللہ میاں نے گلے میں پٹہ ڈال دیا ہوگا۔ اوپر لکھ دیا ہوگا۔ اہل حدیث میڈ بائی اللہ ــــــــ میں قسم کھا کے کہتا ہوں میں دیوبندی نہیں ہوں ــــ نہیں ہوں ــــ نہیں ہوں ــــ نہیں ہوں ــــ لے جاؤ دیوبندیت کو۔ پھر میں مسلمان نہیں رہا۔ واہ بڑے اسلام کے چودھری۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں دیوبندی نہیں ہوں۔ مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میں دیوبندی نہیں ہوں۔ میرا باپ بھی دیوبندی نہیں تھا۔ میرا دادا، پڑدادا۔ ہم میں سے کسی نے بھی دیوبند نہیں پڑھا۔ کیا ہم مسلمان نہیں ہے شیخ عبدالقادر جیلانی دیوبند میں پڑھے تھے۔ او دیوبندیو۔ اللہ تمہارا بھلا کرے۔ اللہ تہاڈے حال تے رحم کرے۔ اللہ تہانوں شعور عطا فرمائے۔ اللہ تہانوں اسلام کی وسعت دے۔ مطابق دل دے۔ وسعت و معاون دی توفیق دیوے ــ کے دے دیوبند ــ ہن تو نیک بختا کراڑی ڈائن ہندوراں دی حکومت اے اوہ نو گنی توں زیادہ ناپاک رن دی حکومت اے تہاڈے دیوبند وچ۔ پاکستان کا بیت اللہ دیوبند توں زیادہ پاک اے ــــ انج بریلی بھی۔ انج دلی۔ رام پور۔ امروہہ سب گئے اندر گاندھی کول او دارالحرب اے۔ ایہہ دارالمسلمین اے۔ اوہ دارالنجاست اے۔ ایہہ دارالتطہیر اے۔ پاکستان دے

مقابلے وچ انڈیا دی کیا حیثیت اے۔ پورا انڈیا۔ سارا دیوبند۔ مظاہر العلوم سہارنپور۔ دلی۔ امروہہ الٰہ آباد۔ کلکتہ۔ دلی جتنے اس دے عالی شان علاقے ہیں۔ ساڈے پاکستان دے مقابلے وچ وطنی نقطہ نگاہ نال اس دی کیا حیثیت اے۔ کیا فخر اے۔ الخ

الجواب (۱) اس تقریر میں دارالحرب اور دارالاسلام کی بات تو آخر میں کی ہے۔ مذکورہ عبارت کے شروع میں جو کہا ہے کہ: سات سات سو صفحے کی کتابیں لکھتے ہو الخ اس میں ہدف طعن بنایا گیا ہے۔ خدام کے لٹریچر کو یہ تقریر سنہ ۱۴۰۳ھ کی ہے اس سے قریباً ایک سال پہلے سنہ ۱۴۰۲ھ میں میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول شائع ہو چکی تھی جس میں جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے جواب میں اصل بحث تو مسئلہ اجتہادی اختلاف کی تھی جس کا تعلق مشاجرات صحابہ سے ہے اس میں اکابر دیوبند کا مسلک بھی اپنی تائید میں پیش کیا تھا اور محمود احمد عباسی کی علمی خیانتوں کی نشاندہی بھی کی گئی تھی۔ اس میں یزید کی ولی عہدی کی بحث بھی تھی۔ خلافت راشدہ اور حق چار یار کی اصطلاح بھی زیر بحث آئی تھی۔ تحریک مدح صحابہ میں لکھنؤ کی مدح صحابہؓ کمیٹی کے تحت جو جلوس نکلتے تھے ان میں احرار کی طرف سے یہ شعر بھی جوش و خروش سے پڑھا جاتا تھا۔ ؎ جن کا ڈنکہ بج رہا ہے چار سو لیل و نہار۔ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ چار یار

(۲) تقریر میں یہ کہنا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں دیوبندی نہیں ہوں الخ قاضی درویش صاحب ہی بتائیں کہ کیا اس کی مراد یہ تھی کہ میں دیوبند کا رہنے والا نہیں ہوں۔ کیا یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ سید عطاء المحسن صاحب دیوبند کے رہنے والے ہیں یا نہیں؟ بات صاف ہے کہ تبصرہ دیوبندی مسلک پر ہو رہا تھا۔ کہ ان نزاعی مسائل میں اکابر دیوبند کا کیا موقف ہے اور میں دیوبندی نہیں ہوں اس میں صاف اقرار ہو رہا ہے کہ میں اکابر دیوبند کے مسلک کو موجودہ اختلافی مسائل میں تسلیم نہیں کرتا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سید عطاء المحسن صاحب موصوف سنی یزید اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کے بارے میں اکابر دیوبند کی تحقیق کیخلاف ہیں

(۳) اصل اختلاف تو دیوبندی مسلک سے ظاہر کرنا تھا لیکن وزن بیت کے طور پر بریلوی اور اہل حدیث کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ اور ہندوستان کا دارالحرب ہونا اور پاکستان کا دارالاسلام ہونا بھی تقریر کا موضوع نہ تھا۔ غالباً اس بیان سے شہر دیوبند کی بھی تحقیر اس لئے کی گئی کہ دیوبند کی اہمیت اور

عظمت چونکہ دارالعلوم دیوبند سے ہے اس لئے اس شہر کو بھی قوم کی نظروں میں اس وقت گرایا جائے تاکہ دیوبندی مسلک کے امتیازی نشان کی بھی کوئی اہمیت باقی نہ رہے ۔ واللہ اَعْلَمْ

بہرحال قاضی صاحب دلدیشس کا جواب عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ کاش کہ قاضی موصوف حق پسندی کا ثبوت دیتے اور یوں یزیدی گروہ کے دھڑے میں فنا ہو کر ع

ہر چہ در کان نمک رفت نمک شُد۔ کا مصداق نہ قرار پاتے ۔

مولانا محمد کرم الدین دبیر

مولانا قاضی شمس الدین موصوف نے مضمون کا پیٹ بھرنے کے لئے غیر متعلقہ مباحث چھیڑ دیئے ہیں چنانچہ بعنوان "قاضی صاحب کی طبعی شدت" لکھتے ہیں ۔ "قاضی صاحب مزاجاً تُند ہیں اور بیجا سخت گیر ہیں یہ فطری شدت ان کی موروثی ہے ۔ کیونکہ ان کے والد ماجد مولانا کرم الدین صاحب لام نے بھی علمائے دیوبند کے خلاف بہت دلازار فتویٰ دیا تھا اور نام لے کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی مرحوم کو قطعی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ مفصل فتویٰ تو مولوی حشمت علی لکھنوی کی کتاب "الصوارم الھندیہ" طبع دوم کے صفحہ ۱۱۱ - ۱۱۰ پر مذکور ہے اور اس کو باختصار امام اہل سنت مولانا علامہ محمد اسحٰق صدیقی سندیلوی نے اپنے قیمتی رسالہ "جوابِ شافی" میں بھی نقل کیا ہے ۔ گو کہ قاضی مظہر صاحب نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ (جلد اول) میں اپنے والد کی اس تکفیری فتویٰ کی خاصی لیپا پوتی کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ بے سود ہے کیونکہ اپنے والد کے "رجوع الی الحق" کو بغیر کسی تحریری ثبوت کے وہ صرف اپنی شہادت سے ثابت کر رہے ہیں حالانکہ اصول یہ ہے کہ :- "التوبۃ علی حسب الجنایۃ ان کانت جھراً فجھراً و ان کانت سِرًّا فسِرًّا" ۔ جبکہ یہاں گناہ تو دوبارہ کا مطبوعہ ہے) اور مشتہر ہے اور توبہ گھر کے اندر کی ۔ ویسے بھی بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں شرعاً مردود ہے ..... دو گواہ ہونے چاہئیں مولانا کرم دین کا یہ تکفیری فتویٰ ہم نے اس مقالہ کے آخر میں بھی بطور ضمیمہ درج کر دیا ہے اور یہ مفصل فتویٰ دو روپے کے ڈاک ٹکٹ آنے پر فقیر سے علیحدہ بھی دستیاب ہے ۔)

پھر خود قاضی صاحب نے پاکستان کے معمر ۔ نامور عالم دین ۔ یادگار اسلاف ۔ امام اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد اسحٰق سندیلوی صدیقی دامت معالیہم (سابق شیخ الحدیث و مہتمم ندوۃ العلماء

بحوالہ حال مقیم کراچی) کو اپنی تصنیف کشف "خارجی فتنہ حصہ اول اور کشف خارجیت" میں جس
بھونڈے طریقے سے رگیدا ہے۔ ان ناپاک لفظوں پر قاضی صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں الخ
(نقیب ختم نبوت ص۱۴ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ جون ۱۹۹۰ء)

الجواب بحث تو آپ کی میرے ساتھ ہے اور میرے والد صاحب مرحوم ۱۷ جولائی
۱۹۴۶ء (مطابق ۱۸ شعبان ۱۳۶۵ھ) وفات پا چکے ہیں۔ ان کے خلاف اس بغض کے
اظہار کی اس زیر بحث مضمون میں کیا ضرورت تھی۔ اور صرف والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا
مذکورہ فتویٰ بھی جو حسام الحرمین کی تائید میں ہے ۱۳۲۴ھ یا اس کے بعد کا ہے۔ کیونکہ حسام
الحرمین مترجم ۱۳۲۴ھ میں شائع ہوئی۔ اور الصوارم الہندیہ مؤلفہ مولوی حشمت علی خان صاحب
بریلوی (۱۳۴۵ھ کا ہے جدید ایڈیشن ۱۳۹۵ھ (۱۹۷۵ء) کا ہے جو مکتبہ فریدیہ (ضلع ساہیوال
نے شائع کی ہے اور قاضی صاحب درویش نے یہی نسخہ دیکھا ہے۔ بریلوی مسلک کے امام
مولانا احمد رضا خان مرحوم کی کتاب "حسام الحرمین" میری پیدائش (۱۹۱۴ء) سے پہلے کی ہے
مجھے تو حضرت والد صاحب مرحوم کے اس فتویٰ کا علم ہی نہ تھا تا کہ حضرت والد صاحب سے اس
کے متعلق دریافت کرتا۔ لیکن مجھے والد صاحب نے خود شوال ۱۳۵۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں
داخلہ لینے کے لئے بھیجا۔ دو سال اس بندہ کو دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے کی سعادت
نصیب ہوئی ۱۳۵۸ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ بخاری و ترمذی کے درس میں شیخ العرب
والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تقریریں قلمبند کر لیتا تھا۔ دارالعلوم سے فراغت
کے بعد دارالعلوم کے حالات اور حضرت مدنیؒ کے درس کے بعض ملفوظات سنائے تو والد صاحب
کو حضرت مدنیؒ سے غائبانہ عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جب میں قید و بند میں مبتلا ہوا
تو حضرت والد مرحوم نے دعا کے لئے حضرت شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی خدمت میں خطوط لکھے جن کا جواب بڑی خیرخواہی سے دیتے رہے۔ چنانچہ حضرت
شیخ الادب کے دو گرامی نامے جو انہوں نے مجھے والد صاحب کے بارے میں سنٹرل جیل لاہور میں
لکھے تھے "کشف خارجیت" ص۱۱۷-۱۱۸ پر شائع کر دیئے ہیں۔ ایک والا نامہ حضرت والد کی وفات
کے متعلق ہے جس میں شیخ الادب لکھتے ہیں۔ آپ کے والد کے انتقال کا سانحہ شدید ہے۔ اللہ تعالےٰ

مغفرت کرے۔آمین۔ آپ نے علم وعقل کی روشنی میں جس طرح صبر کیا وہ نہ صرف قابل تحسین ہے بلکہ لائق تقلید بھی ہے الخ (۱۴ رمضان ۱۳۶۵ھ)

(۲) حضرت شیخ الادب کے چار گرامی نامے "تازیانہ عبرت" کے مقدمہ میں بندہ نے شائع کر دیئے ہیں۔ جن میں سے ایک میرے نام ہے جو اوپر نمبر (۱) میں ہے۔ اور تین حضرت والدصاحب کے نام ہیں جس میں حضرت شیخ الادب لکھتے ہیں :۔ جناب محترم زیدت معالیکم۔ آپ کا والا نامہ ابھی ملا۔ عزیز قاضی مظہر حسین صاحب سلمہ کے حالات تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ معلوم ہوئے۔ آپ کے ارشاد کے موافق ہیں۔ عزیز مذکور کو ابھی خط لکھ رہا ہوں شاید وہ میرا کہنا مان لیں۔ جس کتاب کے متعلق جناب نے فرمایا ہے۔ انشاء اللہ جلدی عزیز مذکور کے نام بذریعہ پارسل روانہ کر دُوں گا۔ قیمت روانہ فرمانے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ کو ان سے زیادہ تعلق ہے تو کسی نہ کسی ادنیٰ درجہ میں میرا بھی تعلق ان سے ہے۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ مرادآباد جیل میں ہیں۔ اسارت کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک ماہ میں ختم ہو جانی چاہیئے۔ الخ

(۸ شوال ۱۳۶۱ھ)

(۳) جناب محترم زیدت معالیکم۔ پس از سلام مسنون آپ کا والا نامہ صادر ہوا۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے عزیزم مولوی مظہر حسین سلمہ کو خط لکھا ہے آپ اس کو غور سے پڑھ لیں اور اس کے بعد ان تک پہنچا دیں۔ مجھ کو اُمید ہے کہ وہ میری سفارش مان لیں گے اور چونکہ مجھ کو انتظار رہے گا۔ اس لئے اچھا ہو کہ آپ مجھ کو اس امر سے بعجلت ممکنہ مطلع فرمائیں کہ عزیز مذکور نے اس پر کیا فرمایا۔ پندرہ روپے کا منی آرڈر موصول ہوا۔ باقی میرے پاس ہیں۔ کتب خانہ اعزازیہ میں داخل کر دیئے ہیں آپ کا دعاگو ہوں اور اُمیدوار ہوں کہ حسن خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ فرمایئے۔ (۱۱ ربیع الاوّل ۶۲ ۱۳ھ)

(۴) جناب محترم زیدت معالیکم۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا تھا۔ عزیزم قاضی مظہر حسین کے خطوط سفر کی وجہ سے میرے پاس سے ضائع ہو چکے ہیں۔ ان کا پتہ مجھے یاد نہیں۔ میں ان کو جواب دے سکا۔ اگر آپ کی ملاقات اُن سے ہو تو اُن سے میرا سلام پیش کر دیں اور معافی کی درخواست کریں۔ یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی کہ مولوی صاحب موصوف کے لئے درخواست رہائی کی پیش کئے

جانے کی تجویز ہو رہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے ۔ کل بخاری شریف کا ختم مدرسہ میں ہوا تھا ۔ میں نے اس میں بھی ان کے لئے رہائی کی دعا کی ہے ۔ میں خود بھی دعا کر رہا ہوں اور یہاں کے اکابر سے بھی دعا کے لئے عرض کر رہا ہوں ۔ اگر آپ اپنے اس خط میں عزیزم موصوف کا پتہ لکھ دیتے تو میں ان کو آج ہی خط لکھ دیتا ۔ امید ہے کہ اب آپ خط تحریر فرمائیں تو ان کا پتہ ضرور لکھ دیں ۔ والسلام (۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ)

قاضی درویش صاحب شہادت مانگتے ہیں ۔ کیا مندرجہ خطوط اس بات پر شاہد نہیں ہیں کہ والد مکرم حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی خان صاحبؒ کے مابین عقیدت واحترام کا تعلق تھا ۔ اگر حضرت مولانا مرحوم آخری عمر میں دیوبندی مسلک قبول نہ کرتے اور اپنے سابق فتویٰ پر قائم رہتے تو کیا میرے لئے دعا کرانے کے لئے دارالعلوم کے اکابر ہی رہ گئے تھے ۔ سابق مسلک کے علماء و مشائخ موجود نہ تھے ۔ کیا بریلی اور حزب الاحناف لاہور کی طرف رجوع نہیں کر سکتے تھے ؟

درویش صاحب کا ماضی و حال

مولانا قاضی شمس الدین صاحب درویش میرے نام اپنے ایک مکتوب محررہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ (۳۱ فروری ۱۹۸۵ء) میں لکھتے ہیں :- یہ ایک حقیقت ہے کہ اذہان کو متاثر کرنے میں پروپیگنڈے کا بڑا دخل ہے ۔ ایک صدی پہلے ہندوستان میں علمائے دیوبند کے خلاف گستاخ رسول علیہ السلام ہونے کا ملک گیر طوفانی پراپیگنڈا کیا گیا جس کی زد میں اچھے اچھے سمجھدار لوگ بھی آگئے حتیٰ کہ آپ کے والد صاحب (عفا اللہ عنہ) نے بھی ان بزرگوں کی تکفیر کا فتویٰ دیا ۔ اور مناظر سلانوالی (ضلع سرگودھا) ۱۹۳۶ء میں اکابر علمائے دیوبند کی بے گناہی منکشف ہوئی اور یہ ان کی طہارت و طینت تھی کہ تقریباً ۸۲ سال کی عمر کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ نے علمائے دیوبند سے عقیدت و محبت عنایت فرمائی جس کے آپ خود چشم دید گواہ ہیں ۔ اسی طرح چودہ سو سال کے مسلسل سبائیانہ پراپیگنڈے نے یزید کو کفر وفسق کی سولی پر ایسا چڑھایا کہ اچھے اچھے لوگ سبائیوں کی سی بولیاں بولنے لگے (تبصرہ ۵) جب آپ خود ۱۹۸۵ء میں میرے والد صاحب کا رجوع الی الحق تسلیم کر چکے ہیں اور وہ بھی میری شہادت کی بنا پر (کیونکہ میں نے آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں یہ حالات لکھے تھے) اور والد

مرحوم کی طہارت طینت کا اعتراف کر چکے ہیں۔ تو پھر ۱۹۹۰ء میں آپ میری شہادت کو رد کرتے ہوئے حضرت مولانا دبیر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے غیض و غضب کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ اور شیعوں کے کتبوں سے ماہنامہ نقیب ختم نبوت کو زینت دے رہے ہیں۔ آخر اس ماضی و حال کے تخالف کی بنیاد کیا ہے۔ ؏ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

دورِ حاضر کے جس پراپیگنڈے کی آپ مذمت کر رہے ہیں۔ اپنے مسلک ناحق کو پھیلانے کے لئے آپ اسی خوفناک پراپیگنڈے کا سہارا لے رہے ہیں۔ پہلے تو مولانا دبیر مرحوم کی طہارت طینت کے قائل ہو گئے لیکن اب وہی مولانا دبیر مرحوم آپ کے نزدیک مجموعہ عیوب بن گئے۔ یہاں علامہ اقبال مرحوم کا یہ شعر یاد آ گیا۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں۔ کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

شیعوں کا ایک کبت

قاضی صاحب درویش زیر بحث نقیب ختم نبوت ص۱۴ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:۔ مولانا کرم دین کے متعلق مشہور یوں تھا کہ زمانہ جوانی میں موصوف تین طلاق کے بعد نکاح بغیر حلالہ کے جواز کا فتویٰ بیس روپے لے کے دیتے اور ان کے متعلق ایک پنجابی رباعی بھی مشہور تھی ؎

مولوی کرم دین بھیں دا — نہ پتراں دا نہ دھیاں دا
نہ سنیاں دا نہ شیعاں دا — اوہ جناں روپیاں ویہاں دا

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ رباعی بھی مولانا مرحوم کی طہارت طینت کے نتیجے میں آپ نے تسلیم کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی رباعیاں اور کبت شیعوں نے بنائے تھے۔ جو حضرت والد مرحوم کی استقامت سے پریشان رہتے تھے یہ بھی وہی پروپیگنڈا تھا جس کی مذمت نقشبندی درویش صاحب خود کر رہے ہیں۔

(۲) کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ والد صاحب مرحوم تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح کے جواز کا فتویٰ دیدیتے تھے۔ آخر اتنی بہتان تراشی کی وجہ کیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو کیا سنی حنفی علماء آپ کے خلاف فتویٰ نہ دیتے۔

(۳) آپ اپنے ایک مکتوب میں حضرت والد صاحب رحمہ کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ:۔ ۱۹۳۶ء میں ٹیکسلا ضلع

راولپنڈی کی کسی تقریب سے آپ کے والد ماجد مناظر اسلام حضرت مولانا کرم دین صاحب بیر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک رات گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی اس وقت خاصے معمر اور کمزور تھے لیکن رفض کے متعلق معلومات بالکل تر و تازہ تھیں ۱۹۴۱ء میں آپ کے بڑے بھائی مجاہد اسلام حضرت مولانا قاضی منظور حسین صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اچھا تعارف تھا۔ میں اور وہ جناب صوفی شبیر محمد صاحب نیکر مرحوم (میانوالی) کے مکان پر دو رات اکٹھے رہے شہید موصوف عیسیٰ خیل سے واپس گئے تھے اور ایک بندوق بھی لائے تھے اور ان کے بعد کے واقعات تا شہادت کا اس وقت مفصل علم تھا۔ اور اب بھی ان کی دھندلی یادیں باقی ہیں رحمہما اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت والد صاحب اور میرے بڑے بھائی غازی مولوی منظور حسین صاحب شہیدؒ کو آپ اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں اور ان کی شخصیتوں سے خاصے متاثر بھی ہیں۔ تو اب ماہنامہ نقیب میں حضرت والد مرحوم کے خلاف اس زہر افشانی کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ کیا حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور وفاداری کا بھی یہی تقاضا ہونا چاہیئے تھا۔

(نوٹ) قاضی شمس الدین صاحب کے مذکورہ خط کے صرف دو صفحے میرے پاس ہیں باقی اس وقت نہیں مل سکے۔ چونکہ خط کے اختتام پر موصوف تاریخ لکھا کرتے ہیں اس لئے اس مکتوب کی تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔

والد صاحب نے ساری عمر شیعیت اور مرزائیت کا بڑی پامردی سے تعاقب کیا ہے مرزا غلام احمد قادیانی دجال سے دو سال تک عدالت میں مقدمہ چلتا رہا جس میں گورداسپور کی عدالت سے مرزا قادیانی کذاب کو چھ ماہ قید یا پانچ سو روپے جرمانہ اور اس کے مرید حکیم فضل دین کو چھ ماہ قید یا دو سو روپے جرمانہ کی سزا ہوئی۔ آخر اپیل میں ایک انگریز وکیل کی پیروی سے خلاصی ہوئی، اس دلچسپ علمی اور مذہبی مقدمہ کی مفصل روداد سرکاری دستاویزات کے ساتھ والد صاحب نے اپنی زندگی میں بنام "تازیانہ عبرت" المعروف بہ "تنبیہ قادیان قانونی شکنجہ میں" شائع کی تھی جو نایاب تھی اسی طرح قدیم کا فوٹو لے کر جدید ایڈیشن مولوی محمد یعقوب صاحب مہتمم مدرسہ اشرف العلوم ہرنولی ضلع میانوالی نے اسی سال شائع کیا ہے جس میں میرا مقدمہ کتاب بھی ہے۔ مرزا قادیانی دجال کے اس مقدمہ کی سرکاری دستاویزات سوائے تازیانہ عبرت کے کسی اور کتاب میں نہیں ملتیں۔ مرزائیت کے علاوہ حضرت مولانا دبیر مرحوم نے

شیعیت کے بارے میں بھی کبھی لچک نہیں دکھائی۔ ان کے بڑے بڑے مشہور مناظرین سے کامیاب مناظرے کئے اور رد شیعیت اور دفاع مذہب اہل السنت والجماعت کے لئے اپنی ایک ضخیم کتاب "آفتاب ہدایت رد رفض و بدعت اپنی یادگار چھوڑ گئے۔ گو شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو نے اس کا جواب بنام "تجلیات صداقت" شائع کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک خانہ پُری ہے آفتاب ہدایت آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مصداق ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تجلیات صداقت کا جواب بھی اپنے وقت پر دیا جائے گا۔

اگر قاضی درویش صاحب ردسبائیت میں مخلص ہیں تو ان پر لازم پر تھا کہ حضرت مولانا مرحوم کی مذہبی اور سُنّی خدمات کا ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" میں اعتراف کرتے۔ لیکن انہوں نے شاید اس لئے فخر اہل سنت مولانا کرم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف معاندانہ روش اختیار کی ہے کہ مولانا مرحوم بھی یزید کے خلاف تھے۔ لیکن درویش صاحب اپنے سابقہ خطوط کو بھول گئے یا جان بوجھ کر نظر انداز کر گئے کہ انہوں نے مولانا مرحوم کی تصنیف "آفتاب ہدایت" سے ایک خاص فائدہ حاصل کیا ہے چنانچہ اپنے مکتوب محررہ ۵ نومبر ۱۹۸۵ء میں لکھتے ہیں:۔ جناب مولوی عبدالوحید صاحب کا مرسلہ ہدیہ تازیانۂ عبرت اور چھ نسخے "دفاع حضرت معاویہ رضؓ" کے تھے۔ دل بہت خوش ہوا۔

دُوسری خوشی اس بات سے ہوئی کہ فقیر نے مولوی لال شاہ صاحب کے رد میں اپنے رسالہ "رفض کی فریب کاریاں ـــــ پر لکھا تھا کہ سیدنا علیؓ اپنے ہی ایک محب پیرو ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہوئے اس پر مولوی لال شاہ صاحب نے فقیر سے پوچھا کہ کس نے لکھا ہے کہ ابن ملجم حضرت علیؓ کا محب پیرو تھا۔ فقیر نے ان کو لکھا کہ ابن حجر مکی نے تطہیر الجنان ص ۱۲۶ پر لکھا کہ :۔ کانوا من المُوالیین والمتشیعین لہ۔ اس سے مولوی لال شاہ صاحب کو مُنہ بند ہو گیا۔ لیکن اپنا قلق باقی رہا کہ کہیں پڑھا تھا کہ خود ابن ملجم آپ کا محب مرید تھا مگر ٹھیک سے کتاب کا حوالہ یاد نہ آتا تھا حسن اتفاق سے کل رات کتاب آفتاب ہدایت دیکھ رہا تھا ص ۲۲۵ پر من وعن یہی حوالہ سامنے آگیا۔ تب یاد آیا کہ پچاس برس قبل آفتاب ہدایت کی پہلی طباعت میں یہ حوالہ پڑھا تھا۔ تو حضرت دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بہت دعائیں نکلیں کہ انہوں نے

ایسے قیمتی قیمتی حوالے جمع فرمائے پھر آپ کے لئے بھی بہت دعائیں نکلیں کہ اللہ نے آپ کو ان کا صحیح جانشین بنایا۔ آپ کی حسن توجہ سے یہ کتاب دوبارہ چھپی اور پھر فقیر تک پہنچی وللہ الحمد۔"

پانچ سال پہلے درویش فقیر کو آفتاب ہدایت کے مصنف حضرت مولانا دبیرؒ سے یہ عقیدت تھی اور ان کا علمی احسان اتنا تھا۔ لیکن آج اس قدر احسان ناشناس بنے ہوئے ہیں کہ مولانا دبیر مرحوم کو کسی طرح معاف نہیں کرتے۔ آخر اس ذہنی اور قلمی انقلاب کا باعث کیا ہے

ایک اور تلبیس

"قاضی شمس الدین صاحب درویش زیر بحث نقیب ص۱۷ پر لکھتے ہیں اب آخر میں ہم جناب قاضی صاحب کے والد صاحب مولانا کرم الدین صاحب مرحوم کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں۔ اگر قاضی صاحب ان کے صحیح خلف ہوئے تو اپنے ابا جان کی بات مان لیں گے۔ مولانا کرم دین دبیر اپنی کتاب "آفتاب ہدایت" (مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ چکوال) کے ص ۳۶۷ پر اصل حقیقت لکھتے ہیں: "حقیقت یہ ہے کہ (جمل وصفین) یہ جنگ و جدال طرفین کی بدنیتی پر مبنی نہ تھا بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی"۔ یعنی حضرت سیدنا معاویہؓ یکطرفہ اجتہادی غلطی نہ تھی۔ پھر چند سطر مزید لکھتے ہیں کہ اب اس بات پر طعن کرنا خود مورد طعن بنتا ہے اگر اعتراض عائد ہوتا ہے تو ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ پھر ص ۳۷۵ پر مزید لکھا ہے حضرت علی۔ حضرت حسن اور حضرت معاویہ میں جو کچھ ہوا اور جتنے واقعات مابین صحابہ واقع ہوئے وہ محض خطائے اجتہادی پر مبنی تھے (ہر دو فریق کا) ہر فرد اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا" تو گویا "اخواننا بغوا علینا" کا مطلب یہ بھی واضح ہو گیا۔

(۲) خود قاضی صاحب نے جب اتک اپنا خود ساختہ علم و کلام جاری نہیں فرمایا تھا۔ آپ بھی یوں ہی لکھا کرتے تھے جیسے کہ ان کے ابا جان لکھا کرتے تھے۔ اس لئے اگر ان کو اپنا یاد نہ آیا تو یاد کرا دیں گے۔ اور یہ لکھیں گے کہ اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم حسیبا۔ شیخ سعدی نے سچ فرمایا ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

(الجواب) (۱) اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی۔ حضرت مولانا دبیر مرحوم کی یہ عبارت جو قاضی صاحب درویش نے پیش کی ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی باہمی جنگ کے بارے میں نہیں۔ بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے۔

اور جنگ و جدل کے الفاظ سے پہلے قوسین (یعنی بریکٹ میں) جو (جمل و صفین) کے الفاظ ہیں

یہ مولانا دبیر کے نہیں بلکہ درویش صاحب کا اضافہ ہے۔ درحقیقت یہاں حضرت مولانا دبیر مرحوم حضرت

عائشہ صدیقہ رضؓ کے بارے میں بعض شیعہ مطاعن کا جواب دے رہے ہیں۔ شیعوں کا پہلا طعن حضرت

عائشہ صدیقہ رضؓ کے میدان جنگ میں نکلنے کے بارے میں ہے جس کا جواب مولانا مرحوم نے دیا ہے

اس کے بعد ان کا دوسرا طعن یہ لکھا ہے کہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ نے جناب امیر سے بغاوت کی اور جنگ

کی۔ حالانکہ خلیفہ سے بغاوت جائز نہیں اور جرم کبیرہ ہے اس کے جواب میں مولانا دبیر لکھتے ہیں:۔

اسی قسم کا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر عائد ہوتا ہے کہ بحکم وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ (رسول اللہ

کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں) جب حضرت عائشہ رضؓ حضرت علی رضؓ کی ماں تھیں آپ کو ان سے جنگ

کرنا ہرگز جائز نہ تھا۔ قرآن میں ہے۔ وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (ماں باپ کو اُف تک بھی نہ کہو)۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ و جدل طرفین کی کسی بدنیتی پر مبنی نہ تھا بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی

غلطی تھی۔ حضرت عائشہ اور ان کے طرفدار حضرت عثمان رضؓ کا قصاص لینے کے لئے ان کے قاتلین کو

امیر علیہ السلام سے مانگتے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام ان کے شر و فساد کے اندیشہ سے ان کو حوالہ نہ

کر سکے دوسری طرف سے سمجھا گیا کہ قتل عثمان رضؓ میں آپ کا بھی کچھ ہاتھ ہوگا۔ حالانکہ امیر علیہ السلام

اس الزام سے پاک تھے جس کا اظہار بار بار آپ بذریعہ خطوط و خطبات کرتے رہے اسی طرح جناب

امیر علیہ السلام اور ان کے معاونین نے خیال کیا کہ دوسرا فریق خلیفہ سے باغی ہو کر جنگ کرنا چاہتا

ہے۔ طرفین میں معرکہ کی جنگ ہوئی بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت عائشہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئیں

جناب امیر علیہ السلام نے ان کو بڑی عزت و تکریم سے گھر پہنچایا اور دلی صفائی ہوگئی۔ اب اس بات

ے اور علامہ ابن تیمیہ رح نے بھی یہی لکھا ہے کہ ـــ وکذلک عائشۃ رضی اللہ عنہا ندمت علی مسیرہا

الی البصرۃ وکانت اذا ذکرتہ تبکی حتی تبل خمارھا الخ (منہاج السنہ جلد سوم ص۱۸۰)

:ـــ اور اسی طرح حضرت عائشہ رضؓ اپنے بصرہ جانے پر پشیمان ہوئیں۔ اور جب آپ اس کو یاد کرتیں تو اس قدر روتی

تھیں کہ آپ کی اوڑھنی آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی" یہ پشیمانی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت صدیقہ رضؓ کو اپنی

خطا کا احساس ہو گیا تھا۔ حالانکہ وہ خطا بھی اجتہادی تھی جس پر از روئے حدیث بخاری ایک اجر ملتا ہے"

پر طعن کرنا خود مورد طعن بننا ہے۔ اعتراض ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا (یعنی جو تمہارا (شیعوں) کا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہے) جب مولانا دبیرؒ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر طعن دوم کا جواب دے رہے ہیں تو درویش قاضی صاحب کا "بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی" کے بعد یہ لکھنا کہ :۔ یعنی حضرت سیدنا معاویہؓ کی یک طرفہ اجتہادی غلطی نہ تھی" یہ ان کی واضح تلبیس اور فریب ہے۔ پھر درویش صاحب نے جو اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ :۔ پھر ص ۲۷۵ پر مزید لکھا ہے کہ :۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ میں جو کچھ ہوا اور جتنے واقعات مابین صحابہ واقع ہوئے وہ محض خطائے اجتہادی پر مبنی تھے" یہ تو مولانا دبیرؒ کی عبارت ہی نہیں۔ بلکہ یہ النجم لکھنو مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء کے مضمون بعنوان "سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ" کی عبارت ہے اور آفتاب ہدایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درویش صاحب ظاہری اور باطنی دو توں آنکھوں سے اندھے ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائیں۔ قارئین حضرات خود آفتاب ہدایت کی عبارت دیکھ لیں۔ قاضی درویش صاحب نے حضرت عائشہ صدیقہ کے متعلق بحث میں حضرت امیر معاویہؓ کا از خود تعلق جوڑ لیا۔ اور پھر امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کے مضمون کو حضرت والد مرحوم کا مضمون قرار دیکر ایک نتیجہ نکال لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت علی المرتضیٰ دونوں کے بارے میں مولانا دبیرؒ نے جو یہ لکھا ہے کہ :۔ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی"۔ تو یہ گویا شیعوں کے طعن کا الزامی جواب ہے۔ کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ حضرت علی وقت کے خلیفہ راشد تھے۔ ان سے جنگ جائز نہ تھی تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت علیؓ کی بھی مومنہ ماں تھیں بحیثیت بیٹا ہونے کے ان کی اپنی ماں کے ساتھ جنگ جائز نہ تھی۔ اسی لئے بعد میں لکھا کہ :۔ جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے، علاوہ ازیں مولانا دبیرؒ کا یہ لکھنا کہ حضرت عائشہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں اور ان کی پشیمانی کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ اور پھر یہ ایک وقتی جنگ تھی کہ اختتام جنگ کے بعد ہی حضرت علی المرتضیٰ نے ام المؤمنین کو انتہائی احترام و اکرام کے ساتھ گھر پہنچا دیا۔

(۳) حضرت امام غزالیؒ نے انہی جنگوں کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ :۔ ولم یذھب الی تخطئة علی ذو تحصیل اصلاً (احیاء العلوم جلد اول ص ۱۰۳)

۱۵۹-۱۵۹

:- کسی اہل علم کی تجویز نہیں ہے کہ۔ حضرت علیؓ کو کہا ہو کہ خطا پر تھے" (ترجمہ مذاق العارفین جلد اول ص
امام غزالی کی پوری عبارت مع ترجمہ خارجی فتنہ حصہ اول ص ۳۱۷-۳۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) قاضی صاحب درویش سے ہم پوچھتے ہیں کیا آپ بھی مولانا دبیرؒ کی تحقیق کو تسلیم کرتے ہیں :- اگر جواب ہاں میں ہے تو آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کی اجتہادی خطا بھی مان لی۔ پھر بحث کس میں ہے۔ حامیان یزید اگر باہمی جنگ و جدال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا تسلیم کرلیں تو یہ بحث تو ختم ہو جاتی ہے۔ علاوہ قارئین کرام درویش صاحب کی خاص ذہنیت کا اندازہ لگائیں کہ اس بات سے ان کو بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ان محاربات میں حضرت المرتضیٰ کی اجتہادی غلطی مان لی جائے۔ آخر اس کی تہ میں کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵- مصنف آفتابِ ہدایت حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر شیعہ مطاعن کا جواب دینے کے بعد مستقل طور پر بعنوان "حضرت امیر معاویہؓ" شیعوں کے ان مطاعن کا جواب دیا ہے جو وہ حضرت امیر معاویہؓ پر عائد کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ۔ شیعہ صاحبان حضرت معاویہؓ کو بہت کوستے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے امیر علیہ السلام سے جنگ کی۔ اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ یہ ناگوار واقعہ طرفین کی اجتہادی رائے کی وجہ سے ہوا۔ وہ باہم جدی بھائی تھے۔ اصحابِ رسول تھے، حضرت امیر معاویہؓ کاتب وحی بھی تھے۔ حضور کے سالے بھی تھے۔ آپ کی شان میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ حضورؐ سے آپ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ پھر اس ایک واقعہ سے جس کا خاتمہ صلح پر ہوا آپ کو برا کہنا اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرنا ہے بھائیوں کے درمیان تنازعات ہوا کرتے ہیں اور صلح صفائی بھی ہو جاتی ہے لیکن ایک اجنبی شخص کا حق نہیں ہے کہ اس تنازعہ کی وجہ سے ایک کو برا بھلا کہے۔

حضرت یوسف پر ان کے بھائیوں نے کس قدر مظالم توڑے اور تکلیف دی تھی لیکن آخر یوسفؑ نے ان کی خطا کو معاف کر دیا۔ باہم بغلگیر ہوئے۔ ایسا ہی یہ واقعہ ہے دیکھنا یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ دیا ہے۔ ان کو مسلمان اپنا بھائی قرار دیا ہے یا کافر و منافق اور ان کو لعن طعن کرنے کا حکم دیا یا اس سے منع فرمایا ہے"۔ الخ۔ فرمایئے حضرت مولانا دبیرؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کے سلسلہ میں یہ نہیں لکھا کہ دونو طرف اجتہادی خطا تھی۔ بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ :- ناگوار واقعہ

طرفین کی اجتہادی رائے کی وجہ سے ہوا۔ اور بلاشک ان کے مابین اجتہادی اختلاف تھا نہ کہ عنادی و نفسانی۔

(۲) اس کے بعد جو یہ فرمایا ہے کہ دو بھائیوں کا نزاع تھا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال دی ہے کہ انہوں نے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا دبیر مرحوم کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی بھائیوں نے زیادتی کی۔ لیکن انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح حضرت معاویہ وغیرہ اپنے بھائیوں کی خطا کو معاف کر دیا۔ اور ان پر لعن طعن کرنے سے روک دیا۔ قاضی درویش صاحب نے انتہائی چالاکی سے حضرت عائشہ صدیقہ رض کے بارے میں مولانا دبیر رح کی جو عبارت تھی اس کے ساتھ حضرت معاویہ رض کے حالات کا تعلق جوڑ دیا تاکہ قارئین یہ سمجھیں کہ مولانا مرحوم نے حضرت عائشہ رض اور حضرت علی کی طرح حضرت علی اور حضرت معاویہ کے نزاع میں بھی دونو کی خطائے اجتہادی تسلیم کی ہے۔ کیا شان تحقیق اور وصف حق پسندی اسی کا نام ہے عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔ اور یہ بھی فرمائیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض اور حضرت علی المرتضیٰ دونو کی اس جنگ میں اجتہادی خطاء کا پہلے بھی اہل حق میں سے کوئی قائل ہوا ہے؟

بشارت الدارین کی عبارت

قاضی صاحب درویش موصوف نے بشارت الدارین کے متعلق لکھا تھا کہ:۔ تاریخ ابن کثیر کی ساتویں اور آٹھویں جلد کا بار بار مطالعہ کیا تو عجمی سازش کی فریب کاریاں کچھ سمجھ میں آئیں۔ اور سبائیوں کی گہری سازشوں کے خدوخال بھی سامنے آئے۔ جناب نے بھی اپنی قیمتی کتاب "بشارت الدارین کے ص ۱۹۸ تا ص ۲۱ پر عمدہ تحقیق فرمائی جس سے سبائیوں کے کلیجے مسلسل جل رہے ہیں۔ وللہ الحمد"

یہ وہی مکتوب ہے جس میں قاضی شمس الدین صاحب موصوف نے ۱۹۳۸ء میں والد صاحب مولانا دبیر کی ملاقات کا ذکر کیا ہے،

(ب) اپنے مکتوب محررہ ۲۵ شوال سنہ ۱۴۰۵ھ (۱۴-۷-۱۹۸۵ء) میں مولوی لال شاہ صاحب بخاری کے مقدمہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ (جس میں موصوف کی بھی شہادت طلب کی گئی تھی):۔

:۔ اس مقدمے کا ایک فائدہ فقیر کو یہ ہوا ہے کہ اس دفعہ بامعان نظر آپ کی کتاب مستطاب

بشارت الدارین" بالاستیعاب بامعان نظر دیکھی قدم قدم پر دل سے دعائیں نکلیں اور دل ٹھنڈا ہو گیا۔ فجزاکم اللہ خیراً۔

اللہ تعالٰی ایسی مفید کتابوں کی مزید توفیق بخشے" قارئین غور فرمائیں۔ قاضی درویش صاحب موصوف میری ضخیم کتاب" بشارت الدارین" کو سبائیوں کے کلیجے جلانے والی بھی قرار دے رہے ہیں۔ اور دل سے دعائیں بھی کر رہے ہیں لیکن جب نقیب ختم نبوت میں مضمون لکھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ قاضی مظہر حسین پختہ سبائی ہے۔

ع بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ اتنا ذہنی انقلابی سفر آپ کس طرح طے کر لیتے ہیں

بشارت الدارین کی عبارت

نقیب ختم نبوت میں کتاب بشارت الدارین کی ایک عبارت کے متعلق لکھا ہے کہ :۔ "تو خود قاضی صاحب نے جب تک اپنا خود ساختہ علم کلام جاری نہیں فرمایا تھا آپ بھی یونہی لکھا کرتے تھے جیسے کہ ان کے ابا جان لکھا کرتے تھے اس لئے اگر ان کو اپنا نوشتہ یاد نہ آیا تو یاد کرا دیں گے الخ (نقیب ص۱۷)

تبصرہ

ملحوظ رہے کہ تلہ گنگ (سابق ضلع اٹک حال ضلع چکوال) میں ایک پمفلٹ "ہم ماتم کیوں کرتے ہیں" شیعوں نے شائع کیا تھا۔ جس کے جواب میں میں نے "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے" شائع کیا جس کے جواب میں پھر اس کے "جواب الجواب" میں شیعوں نے ایک کتاب" فلاح الکونین فی عزاء الحسینؓ شائع کی۔ پھر جواب الجواب میں میری ایک ضخیم کتاب (بڑی تقطیع صفحات ۶۱۷) شائع ہوئی جس میں مسئلہ ماتم کے علاوہ اور بھی سنی شیعہ نزاعی مسائل زیر بحث آ گئے اور حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی باہمی جنگ پر بھی بحث کی گئی۔ اور شیعہ مصنف کے رد میں الزامی اور تحقیقی دونو قسم کے دلائل پیش کئے گئے۔ اور اسی سلسلہ میں بندہ نے لکھا :۔ لہٰذا مسلک اہل السنت والجماعت کے مطابق یہی کہا جائے گا کہ اصحاب رسول اور خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کر لینے کے بعد ان کے کام کی ظاہری سطح کے پیش نظر بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے جو کچھ انہوں نے کیا دین کے لئے کیا۔ اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کیا۔ سوائے اجتہادی خطا کے ان کی طرف کسی امر کو منسوب کرنا اپنے ایمان کی بربادی کا موجب بن سکتا ہے کیونکہ ان سب صحابہ سے اللہ تعالٰی راضی ہو چکا ہے۔ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ (ص۱۹۱)

شاید اس سے قاضی درویش صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہوں گے کہ حضرت علی المرتضیٰ سے بھی مشاجرات صحابہ میں اجتہادی خطا سرزد ہو گئی تھی۔ لیکن ایسا نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے میرا مقصد تو اس عبارت سے ایک کلیہ بتانا ہے کہ خطائے اجتہادی سے زائد صحابہ کرام کی طرف کسی بات کی نسبت نہیں کرنی چاہیئے۔ اور خارجی فتنہ حصّہ اول میں بندہ نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کا یہ ارشاد بھی نقل کر دیا ہے کہ:۔ لازم نیست کہ امیر در جمیع امور خلیفہ محق باشد و مخالف ایشاں بر خطا۔ ہرچند در امر محاربہ حق بجانب امیر بودہ (ص۵۱)۔ یہ لازم نہیں ہے کہ حضرت امیر (علیؓ) تمام اجتہادی امور میں حق پر ہوں۔ اور ان کے مخالف خطا پر۔ البتہ محاربہ (جنگ و قتال باہمی) میں حق و صواب حضرت امیر کی طرح (علی المرتضیٰ) کی طرف تھا"۔ اسی سلسلہ میں اہل السنت والجماعت کا مسلک پیش کرتے ہوئے بندہ نے بشارت الدارین میں لکھا تھا کہ:۔ کسی صحابی نے بھی نفسانیت ذاتی اور دنیوی مقاصد کے لئے جھگڑا نہیں کیا۔ کیوں کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے ان کے نفوس پاک ہو چکے تھے اور ان کو اخلاص نیت کا اعلیٰ مقام نصیب ہو چکا تھا۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوص نیت کے بارے میں شہادت دی ہے۔ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا۔ (سورۃ الفتح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور سنگت میں رہنے والے اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے طالب ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی اس شہادت کے بعد کسی مومن کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کی صفائی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ لیکن باوجود خلوص نیت کے رائے اور طریق کار میں غلطی ہو سکتی ہے اس لئے اہل سنت کا اس بارے میں یہ موقف ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس معاملہ میں خطا ہو گئی تھی۔ لیکن اس کا منشا چونکہ نفسانیت نہیں اس لئے اس کو اجتہادی خطا کہا جائے گا۔ (ص۱۸۷)

اگر اس تحریر اور عقیدہ پر قاضی موصوف کو کوئی اعتراض ہے تو پیش فرمائیں اور چونکہ ہم تمام صحابہ کرام کو اپنی نیتوں میں مخلص مانتے ہیں۔ اس لئے جن کتابوں میں اکابر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے باغی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ میں نے اس کی توجیہہ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت معاویہ صورتاً باغی تھے نہ کہ حقیقتاً۔ لیکن حامیان یزید نے اس کو مورد طعن بنا لیا۔ اس کی مفصل

بحث تو انشاء اللہ مقامی مضمون ہذا کی قسط دوم میں آئے گی۔

میرا چیلنج مولانا قاضی شمس الدین صاحب کو میرا چیلنج ہے کہ وُہ (۱) ثابت کریں کہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی کو فاسق لکھا ہے۔ (۲) کسی صحابی کے مؤقف کو میں نے باطل قرار دیا ہے۔ (۳) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کو عنادی لکھا ہے۔ (۴) خارجی فتنہ حِصّہ اوّل میں حکمین کے بارے میں جو ضلا و ضل من اتبعھما کے الفاظ ہیں۔ وُہ میرے نہیں بلکہ ایک حدیث کے ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ازالۃ الخفاء میں درج کی ہے۔ اور اس سے مراد بھی انہوں نے خطائے اجتہادی ہی لی ہے۔ اس پر بحث بھی دُوسری قسط میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ (۵) حکمین کے لئے خارجی فتنہ حِصّہ اول میں بندہ نے جو گناہ اور نافرمانی وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں تو یہ الزاماً جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے جواب میں ہیں۔ اور ان سے مراد بھی میں نے خطائے اجتہادی ہی لی ہے۔

زیرِ بحث ماہنامہ نقیب ختم نبوت (جون ۱۹۹۰ء) جس میں "چکوالی فتنہ" کے عنوان سے مضامین لکھے گئے ہیں مجھے اس وقت ملا جبکہ میں ایک شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو کی تقریر اور ایک پمفلٹ "لمحہ فکریہ" کا جواب لکھ رہا تھا۔ اور وُہ جواب اسی ماہنامہ حق چاریار (ذیقعدہ۔ ذی الحجہ میں) بعنوان اہل قبلہ کون ہیں" شائع ہو رہا ہے اس مضمون کی تکمیل کے بعد میں نے مولانا قاضی شمس الدین صاحب کے مضمون کے جواب میں اپنا مضمون" مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ" لکھا ہے یہ مضمون بھی خاصا طویل ہوگیا ہے۔ انشاء اللہ اس کی دُوسری قسط بھی شائع ہوگی۔ قارئین حضرات بغور مطالعہ کر کے حق و باطل اور صدق و کذب کی پہچان کر سکتے ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

خادم اہل سُنّت مظہر حسین غفرلہ

۲۶ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

۳۰ جولائی ۱۹۹۰ء

صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

سرتاپا تھے رحم و رافت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
ظاہر باطن رخشاں رخشاں کیا خوب تھے یارانِ نبیؐ

ہم کو طاعت اِنؓ کی لازم! لاریب میانِ بزمِ بشر
رکھتے تھے ہاں! انابت اپنی بارغبتِ باطن صبح و مسا

پھیلاتے تھے جہاتِ عالم مشمومؔ کناں با اہلِ زمن
دین کے سب کاموں ہی دائم سرگرم رہے یہ اہلؓ صفا

حاصل تھی طوبائی اِنؓ کو دربارِ پیمبرؐ شاہِ رسلؐ
رکھتے تھے سینوں میں اپنے خوش کیف عطائے ربِّ علا!

فتوحِ دیں باحسنِ سیاست ہر وقت انھیںؓ تھیں مدِّ نظر
دیانتوں میں امانتوں میں مشہور ہوئے اطرافِ جہاں

تھے یہ سب معیارِ شرافت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
پانے والے نبیؐ کی صحبت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

بعدِ نبیؐ ہیں افضل درجت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
سمتِ یزداں خلوت جلوت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

خوش خلقی کی شمیم و نکہت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
کیا کہنا! باجبال ہمت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

کرتے تھے نظارۂ جنت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
پھولوں کی مانند نفاست صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

اللہ اللہ! اُولو الفراست صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
سبحان اللہ! ذُود الکرامت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

اِنؓ سے جس کو سرتابی ہو بیچینؔ! گیا وہ سمتِ سقر!
راہ نما ہیں سوئے جنت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

بابا بیچینؔ رجپوری (بدایونی)

ماہنامہ "حق چار یارؓ" پڑھنے والے لکھتے ہیں!

جناب مولانا محمد گلستان صاحب ۔ بیکا ۔ صوابی (سرحد)

محترم المقام حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم ودام فیضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ اما بعد ۔ ماہنامہ "حق چار یارؓ" بتوسط عزیزم قاری فخر الحسن صاحب مطالعہ کرتا رہا ہوں ۔ جناب کے اس جہاد کو وقت کا اہم فریضہ سمجھتا ہوں ۔ اللہم زد فزد ۔

متنبی کے قول کے مطابق ۔ لاخیل عندک ولا مال ۔ فلیسعد النطق ان لم یسعد الحال

بسلسلۂ اعانت ماہنامہ حق چار یارؓ " مبلغ پانچ سو روپے بذریعہ عزیزم فخر الحسن بھیج رہا ہوں ۔ قبول فرمائیں ۔

جناب حافظ داؤد احمد خان صاحب میواتی ۔ متعلم نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ماہنامہ "حق چار یارؓ" لاہور بلاشبہ اپنی نوعیت کا منفرد ، یکتا ، خوبصورت اور خوب سیرت جریدہ ہے ۔ ردِ رفض وشیعیت ، خارجیت ومودودیت کے موضوع پر ایسے رسالے کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی ۔ آپ نے "حق چار یارؓ" کا اجرا فرما کر اور اس کے ذریعہ سے باطل فتنوں کے خلاف مؤثر آواز اٹھا کر عصر حاضر کی اہم ترین ضرورت کو پورا کر کے مسلمانان اہلسنت پر احسان عظیم کیا ہے ۔ "حق چار یارؓ" میں حضرت قائد اہلسنت مدظلہ کی علمی وتحقیقی نگارشات خوب سے خوب تر ہوتی ہیں ۔ دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ سُنّی قوم ومذہب کی صحیح ترجمانی کرنے والے اسلاف کے حقیقی جانشین اور سچے وارث حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی عمر میں (صحت وتندرستی کے ساتھ) برکت عطا فرمائے ۔ آمین ۔

جناب اکبر حمزئی ۔ اسلام آباد

آج صبح میرے اپنے ادارے کے ساتھی ڈاکٹر طارق محمود صاحب نے ماہنامہ "حق چار یارؓ" کا شمارہ پڑھنے کے لیے دیا ۔ اس کا بغور مطالعہ کیا ۔ ہر لحاظ سے اس جریدہ کو بہتر پایا ۔ اچھا جریدہ ہے ۔ ایسے رسالے کا ہونا ضروری ہے ۔ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے اچھا قدم اٹھایا ہے سُنّی مسلمانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے ۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ جس سے حق چار یارؓ کی کماحقہٗ تعریف کر سکوں ۔ بلاشبہ انوکھا جریدہ ہے ۔ اس کو جاری وساری رہنا چاہیئے ۔ خدا آپ لوگوں کو ہمت عطا کرے آمین ۔ اور میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمائیں ۔

حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

وہ داماد نبی صلعم ہم سب جنہیں عثمان رضؓ کہتے ہیں
سخا و حلم کا پیکر، حیا کی آن کہتے ہیں

یہ قرآنِ مبیں ہے آپ رضؓ نے ہی جمع فرمایا
انہیں سب اہلسنّت جامع القرآن کہتے ہیں

انہیں کے عقد میں دو بیٹیاں سرکار ؐ نے دی تھیں
اسے عثمان رضؓ کے ایمان کی برہان کہتے ہیں

شریکِ بیعتِ رضوان پندرہ سو صحابہ رضؓ سے
ہمیشہ میں ہوں راضی برملا رحمان کہتے ہیں

نبی ؐ نے ہاتھ کو اپنے ہے ان کا ہاتھ فرمایا
اسے آپس کے لطف و انس کی پہچان کہتے ہیں

رسولِ پاک ؐ کی خاتم میں تھی تاثیر وحدت کی
نہ گم ہو کر ملی خود آپ تھے حیران کہتے ہیں

نبی ؐ نے جیشِ عسرہ کی اعانت کو جو فرمایا
یہ سیم و زر ہے کیا، ہے جان بھی قربان کہتے ہیں

غنی رضؓ نے دے دیے لاکر ہزاروں اونٹ اور گھوڑے
یونہی خالی نہیں مع ساز اور سامان کہتے ہیں

کیے دینار بھی جب پیش تو حضرت ؐ نے فرمایا
نہیں نقصان جو چاہے کرے عثمان رضؓ کہتے ہیں

بشارت رحمتِ ؐ عالم نے خود دی ان کو جنت کی
کرے جو شک اسے ملعون و شیطان کہتے ہیں

گریزاں جنگ سے تھے عسکری قوت کے ہوتے بھی
اسے صبر و رضا کی اک انوکھی شان کہتے ہیں

یہ دھن دولت ہے، کیا راہِ خدا میں جان بھی دے دی
زباں پر آپ کی تھا اس گھڑی قرآن کہتے ہیں

تھے ذی الحج کی اٹھارہ جمعہ کے دن آپ رضؓ سے
فرشتوں کے جلو میں روح کا پروان کہتے ہیں

تسلی خواب میں دی رحمتِ عالم ؐ نے فرمایا
ہمارے آپ ہوں گے شام کو مہمان کہتے ہیں

علی رضؓ نے دونوں بیٹوں کو بنایا آپ کا درباں
وہ تھے آپس میں دشمن پھر بھی کچھ ناداں کہتے ہیں

ہو لعنت تا قیامت دشمن دیں ابن سودا[1] پر
بغاوت کا کیا اس نے بپا طوفان کہتے ہیں

جو ہیں عثمان رضؓ کے منکر وہ ہیں قرآن کے منکر
ہم ایسوں کو علی الاعلان بے ایمان کہتے ہیں

حسینی جس کے دل میں ان کی عظمت اور محبت ہے
اسے کہتے ہیں انساں صاحبِ ایمان کہتے ہیں

حضرت قاری [illegible] الدین الحسینی مدظلہ

---

[1] عبداللہ بن سبا یہودی منافق مراد ہے۔

وفیات

جناب حاجی عبدالقیوم شملوی وفات پاگئے!

تحریکِ خدام اہلسنت حضرو ضلع اٹک کے مخلص معمر کارکن جناب حاجی عبدالقیوم شملوی قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم صالح اور تحریک کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے آدمی تھے۔ آپ کی وفات سے جہاں اہلِ خاندان کو دلی صدمہ ہوا ہے۔ وہاں مقامی جماعت بھی ایک متحرک بزرگ سے محروم ہوگئی۔ قارئین "حق چار یار رض" سے درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام رفیع عطا فرمائے اور اہلِ خاندان کو صبرِ جمیل نصیب ہو آمین۔

جناب شبیر احمد میواتی کے والدگرامی انتقال فرما گئے!

جناب شبیر احمد صاحب میواتی کے والدگرامی جناب حافظ محمد سلیمان خاں مورخہ ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ الموافق ۱۵ جولائی ۱۹۹۰ء شب اتوار بوقت نمازِ عشاء اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مرحوم ایک صالح، متقی، پرہیزگار، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور شب زندہ دار انسان تھے — قارئین "حق چار یار رض" سے درخواستِ دعا ہے کہ — اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے نیز ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے آمین۔

(ادارہ ماہنامہ حق چار یار رض لاہور مرحومین کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے)۔

خادم اہلسنت احقر ماسٹر منظور حسین منظوری

خادم ادارہ ماہنامہ "حق چار یار رض" لاہور

مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

میرے سینے میں جو سوزِ نہاں ہے — صحابہؓ کی محبت کا نشاں ہے

دلوں میں چار یاروں کی محبت — نویدِ لطف و عیشِ جاوداں ہے

ہمارا کاروانِ دین و ملت — انہی کی رہنمائی میں رواں ہے

صحابہؓ پر تصدق جاں ہماری — صحابہؓ کی محبت حرزِ جاں ہے

ملی منزل انہی کی روشنی سے — وجود ان کا مثالِ کہکشاں ہے

سلامت کس طرح منزل پہ پہنچے — رواں بے بدرقہ جو کارواں ہے

صحابہؓ مقتدیٰ ، ہم مقتدی ہیں — یہی اپنی سعادت کا نشاں ہے

شریعت ہے اگر جسمِ مقدس — صحابہؓ کا عمل روح رواں ہے

عقیدت چار یارانِ نبیؐ سے — صلہ اس کا بہشتِ جاوداں ہے

نہ ہو شامل جو کردارِ صحابہؓ — شریعت ناتواں و نیم جاں ہے

صحابہؓ کی ہے سیرت جزوِ ایماں — اسی پر ختم اپنی داستاں ہے

خدا کا شکر ہے سرور کہ تیرا
قلم مدحِ صحابہؓ میں رواں ہے

سرور میواتی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۵۸
ماہنامہ "حق چار یار" لاہور
فون ۴۱۶۱۰۷
یا اللہ مدد
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
حق چار یار
تحریک خدام اہل السنت والجماعت بھیں
کے زیر اہتمام
بتاریخ ۲۳-۲۴ محرم ۱۴۱۱ھ
بمطابق ۱۵-۱۶ اگست ۱۹۹۰ء
بمقام بھیں ضلع چکوال
عظیم الشان
بائیسویں دو روزہ
سنی کانفرنس
بروز بدھ جمعرات
زیر نگرانی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امیر تحریک خدام اہلسنت پاکستان
بیادگار فخر اہلسنت حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر
خطیب اہلسنت حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی
مناظر اہلسنت حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی
حضرت مولانا عبد الغفار صاحب تونسوی
حضرت مولانا خالد محمود صاحب لاہور
شاعر اہلسنت اطہر ہاشمی صاحب
نعت خوان صوفی عبد المجید صاحب خدامی
صوفی ارشاد حسین چار یاری
مفصل پروگرام علیحدہ شائع ہوگا
اور دوسرے علمائے اہلسنت خطاب فرمائیں گے
حضرت مولانا قاری حسن شاہ صاحب لاہور
حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب مخدوم پور
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب لاہور
حضرت مولانا عبد الحی صاحب بھالیہ گجرات
حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب راولپنڈی
حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب بھکر
حضرت مولانا حافظ محمد طیب صاحب لاہور
حضرت مولانا عبد الحق صاحب گجرات
حضرت مولانا قاری شبیر محمد صاحب لاہور
حضرت مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب گوجرانوالہ
حضرت مولانا عبد المجید صاحب فاروقی
منجانب تحریک خدام اہلسنت بھیں ضلع چکوال
قاضی ظہور حسین خطیب جامع مسجد بھیں
تحصیل و ضلع چکوال فون بھیں ۱
فون چکوال ۲۴۳۴